ڈاکٹر شان الحق حقّی

بھگود گیتا

(اردو منظوم)

بھگود گیتا

(اردو منظوم)

مترجم

شان الحق حقی

انجمن ترقی اردو (ہند)، نئی دلّی

سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو (ہند) ۱۶۰۳

سنۂ اشاعت : ۲۰۱۱ء

اڈیشن : دوسرا

قیمت : ۱۰۰/=

ڈیزائن سرورق : محمد ساجد

بہ اہتمام : اختر زماں

طباعت : ایچ۔ ایس۔ آفسیٹ، دہلی۔ فون: 011-23244240

BHAGWAD GITA

Translated By : Dr. Shanul Haq Haqqee

Price : 100.00

2011

ISBN : 81-7160-054-9

Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)

Urdu Ghar : 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002

Contact : 23237210, 23236299, Fax : 23239547

E-mail : anjuman.urdughar@gmail.com

www.anjumantaraqqiudruhind.org

فہرست

حرفِ آغاز

حق یہ ہے کہ ایک ہی حقیقت کی آواز ساری دنیا میں گونج
رہی ہے۔ گیتا ہندوستان کا قرآن ہے اور قرآن
عرب کی گیتا۔

خوب اللہ شاہ قادری

(سندر لال، گیتا اور قرآن، ۱۹۴۶ء، الہ آباد)

ہندوؤں میں علم و ادب اس درجے پر تھا کہ آج بھی اُن کی
تصانیف یادگارِ زمانہ ہیں اور فلسفے میں تو ان کا مثل ہی نہیں،
بلکہ اس وقت دو ہزار سال بعد جرمنی کا ایک مشہور طریقہ
جس کا بانی شاپنہار ہے، ہندوؤں کی اپنشد اور ویدانت
سے ماخوذ ہے۔

سید علی بلگرامی

(بھگوت گیتا یا نغمۂ خداوندی، محمد اجمل خاں، پٹنہ ۱۹۹۲ء)

دنیا میں جن صحیفوں کو غیر معمولی عزّت، شہرت اور مقبولیت حاصل رہی ہے اور جن کو ہزاروں سال سے لاتعداد انسانوں نے اپنی مادّی اور رُوحانی زندگی کا رہنما تسلیم کر کے استفادہ کیا ہے، اُن کی کتنی ہی مختصر فہرست بنائی جائے، ممکن نہیں کہ گیتا اُن میں شامل نہ ہو۔

ہندوستانی زبانوں کے علاوہ فارسی ہی دنیا کی پہلی غیر ملکی زبان ہے، جس میں پہلی بار گیتا کا ترجمہ کیا گیا۔ محققین کا کہنا ہے کہ اکبر بادشاہ کے حکم پر ابوالفیض فیضیؔ نے یہ ترجمہ کیا تھا۔ حسام الدّین راشدی نے "تذکرۂ شعرائے کشمیر" میں بھگوت گیتا کے بارے میں بتایا ہے کہ اس کا ترجمہ فیضیؔ سے بھی منسوب ہے۔ اگرچہ عبدالقادر بدایونی کے بیان سے بس اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ ۹۸۳ ہجری (۱۵۷۵ـ۷۶ء) میں بھاون ساکن نام کے ایک برہمن مسلمان ہو گئے تھے۔ وہ اکبر کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اکبر نے انھیں حکم دیا کہ بھگوت گیتا کا فارسی میں ترجمہ کرو۔ پہلے یہ کام ملّا عبدالقادر کو سونپا گیا اور وہ اس طرح کہ بھاون ساکن (گیتا) کا مفہوم بیان کرتے تھے اور عبدالقادر فارسی میں لکھتے تھے لیکن چوں کہ عبارت بہت مغلق اور پیچیدہ تھی۔ بدایونی نے معذرت کر لی، اکبر نے ان کے بجائے فیضی کو یہ کام سونپ دیا اور فیضی کے بعد ابراہیم سرہندی کے ذمّے یہ کام کر دیا گیا۔[1]

یہ فارسی ترجمہ کم سے کم سات بار چھپ چکا ہے۔[2]

فارسی میں گیتا کا دوسرا ترجمہ کنور بدری کرشن فروغ نے کیا ہے، جو بقول رام لعل نابھوی ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا۔

فیضی سے منسوب گیتا کے فارسی ترجمے کے اُردو میں دو منظوم ترجمے ہوئے۔ پہلا ترجمہ لچھمی پرشاد صدر نے "صدر کی گیتا" کے نام سے کیا جو ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا۔ دوسرا

---

(۱) سید حسام الدّین راشدی، تذکرۂ شعرائے کرام لاہور، طبع دوم ۱۹۸۲ء : ۳ : ۱۱۹۸ء

(۲) فہرست مشترک نسخہ ہائی خطی فارسی پاکستان جلد چہارم، ص ۱۱۳۹۔ میں اس حوالے کے لیے رام لعل نابھوی صاحب کا شکر گزار ہوں۔

ترجمہ الم مظفر نگری کا ہے جو "عرفانِ مختوم" کے نام سے ۱۹۶۰ء میں چھپا۔

مغربی زبانوں میں غالباً انگریزی پہلی زبان ہے جس میں گیتا کا ترجمہ ہوا۔ فارسی میں ترجمہ ۱۵۷۵ء میں ہوا۔ اس کے دو سو دس سال بعد چارلس ولکنز (Charles Wilkinr) نے ۱۷۸۵ء میں انگریزی میں اور ۱۸۶۱ء میں Emile Burnouf نے فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔ ان دونوں زبانوں کے ترجموں نے مغربی دنیا کو گیتا جیسی عظیم تصنیف سے روشناس کیا۔ اب شاید ہی دنیا کی کوئی ایسی ترقی یافتہ زبان ہو جس میں گیتا کا ترجمہ نہ کیا گیا ہو۔ دنیا میں گیتا کا مقام صرف ہندوؤں کے مذہبی صحیفے کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ انسانی تاریخ میں علم و دانش کے بہترین نمونے کے طور پر بھی ہے۔ اکبر بادشاہ پہلا صاحبِ نظر بادشاہ تھا جس نے گیتا کی عظمت کا نہ صرف اعتراف کیا، بلکہ اُسے ایک بہت وسیع حلقے میں روشناس کرنے کی کوشش کی۔ اکبر کے اس کام کو مغربی فلسفیوں اور مترجموں نے آگے بڑھا کر گیتا کا تعارف پوری دنیا میں کرایا۔

ہندوستان کی ہر زبان میں گیتا کے ترجمے ہوئے ہیں، لیکن سب سے زیادہ ترجمے اُردو میں ہوئے۔ میرے لیے یقین سے کہنا مشکل ہے۔ لیکن محتاط اندازے کے مطابق ان ترجموں کی تعداد چالیس پچاس سے کم نہیں ہے۔ ہندوستان کی دوسری زبانوں میں گیتا کے ترجمے ہندو مذہب کے ایک اہم صحیفے کے طور پر ہیں۔ اُردو میں بھی بیشتر ترجمے اسی نقطۂ نظر سے کیے گئے ہیں لیکن اُردو میں ایسے لوگوں نے بھی ترجمے کیے جو مسلمان تھے اور جو گیتا کو رُوحانیت، علم و دانش اور فلسفے کا بہترین صحیفہ سمجھتے تھے۔

سید یحییٰ نشیط کا بیان ہے کہ اردو میں گیتا کا پہلا ترجمہ دکن میں "کشن گیتا۔ ارجن گیتا" کے نام سے سید متین نے سترھویں صدی عیسوی میں کیا تھا۔(۱)

---

(۱) سید یحییٰ نشیط، اردو میں منظوم گیتا، ہفت روزہ، ہماری زبان دہلی۔ ۸ ستمبر ۱۹۷۶ء

بعض ناقدین کا کہنا ہے کہ منظوم ترجمہ تخلیقی عمل سے کم نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ منظوم ترجمہ نظم کی تخلیق سے کہیں زیادہ دُشوار کام ہے، کیوں کہ دوسرے لوگوں کے افکار کو اپنے افکار کے مقابلے میں نظم کرنا بہت مشکل ہے۔ ردیف، قافیے اور دوسری شعری ضروریات سے مجبور ہو کر فنکار اپنی فکر اور خیال میں تھوڑی سی تبدیلی کر لیتا ہے، لیکن مترجم کی حیثیت سے اُسے اصل مصنّف کے خیالات میں معمولی سی تبدیلی کا بھی حق نہیں اس لیے مترجم کے لیے ترجمے کی زبان میں اظہارِ بیان پر غیر معمولی قدرت حاصل ہونی ضروری ہے۔

بہترین مترجم میں جو خصوصیات ہونی چاہئیں، وہ سب شان الحق حقّی صاحب میں موجود ہیں۔ وہ سنسکرت سے ناواقف ہیں لیکن یہ کمی انھوں نے گیتا کے انگریزی ترجموں سے پوری کی ہے۔ رہا سوال اُردو کا تو وہ دِلّی کے رہنے والے ہیں۔ اُردو پر جو قدرت انھیں حاصل ہے بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ وہ لغت نویسی کے ماہر ہیں۔ پاکستان میں ترقّی اُردو بورڈ (اُردو ڈکشنری بورڈ) کے زیرِ اہتمام بیس سے زیادہ جلدوں میں اُردو لغت مرتّب ہو رہی ہے جس کی بارہ تیرہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ حقّی صاحب نے برسوں اس بورڈ میں لغت نویسی کی حیثیت سے کام کیا ہے۔

حقّی صاحب کو ترجمے کے فن پر غیر معمولی قدرت ہے۔ شان الحق حقّی صاحب کا بھی گیتا اور ہندوستانی فلسفے سے ذہنی رشتہ مذہبی جذبے کے تحت نہیں بلکہ یہ وہ رشتہ ہے جو ایک دانش ور اور صاحبِ علم کا انسانی فکر سے ہوتا ہے۔ انھوں نے "ارتھ شاستر" کا بھی ترجمہ کیا ہے، جو پاکستان سے ضخیم کتاب کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔

میں پورے وثوق اور ذمّہ داری کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ "گیتا" کا ترجمہ حقّی صاحب سے بہتر کسی اور نے نہیں کیا۔ یہ اُن لوگوں کے لیے بھی قابلِ فہم ہے جنھیں گیتا سے مذہبی عقیدت ہے اور ان لوگوں کے لیے بھی، جو اسے انسان کے ذہنی سفر کا ایک اہم سنگِ میل سمجھتے ہیں۔

حقّی صاحب نے شیکسپیئر کے مشہور ڈرامے" انیٹنی وکلیوپٹرا"، کا "قہرِ عشق" کے نام سے منظوم ترجمہ کیا ہے۔" قہرِ عشق" کا شمار اُردو کے بہترین ترجموں میں ہوتا ہے۔ حقی صاحب نے اِس ترجمے میں اصل مفہوم سے ذرا بھی انحراف نہیں کیا ہے۔ پھر ترجمہ انتہائی سلیس اور شگفتہ زبان میں ہے۔ انھوں نے چوں کہ منظوم ترجمے کی تمام ممکن شرائط پوری کی ہیں اِس لیے انگریزی متن اور اُردو ترجمہ دونوں صفحہ بہ صفحہ ایک ساتھ چھاپے ہیں۔ یہ کام وہی مترجم کر سکتا ہے جسے اپنے ترجمے پر غیر معمولی اعتماد ہو۔ حقی صاحب نے مختلف زبانوں کے بعض شہ پاروں کا اُردو میں منظوم ترجمہ کیا ہے جو" درپن درپن" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

حقی صاحب کا یہ ترجمہ اُردو میں گیتا کے بہترین ترجموں میں ایک اہم اضافہ ہے۔

خلیق انجم

مُقدّمہ

ہندو دھرم کی بنیادی تعلیم ویدوں میں ملتی ہے۔ وید کے لغوی معنی ہیں: علم، ذکاوت۔ اصطلاحی معنوں میں "وید" سنسکرت زبان کی ان چار منظوم اور نثری کتابوں کا نام ہے: رگ وید۔ سام وید۔ یجُر وید۔ اتھروید۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ یہ کتابیں الہامی شروتی ہیں اور یہی ہندو عقیدے اور مذہب کی اساس ہیں۔ ان میں عبادت اور حمد و ثنا اور بعض قانونی امور (شریعت) کے علاوہ مذہبی رسوم کا بھی اچھا خاصا حصّہ ہے۔ بعد کے مصنّفین نے ان رسوم اور قانونی مسائل کو نظر انداز کر کے خالص عقائد اور مسائل سے متعلق فلسفیانہ اور عالمانہ بحث کی۔ اور یوں متعدّد تصانیف وجود میں آگئیں۔ ان کی بہت بڑی تعداد ہے اور یہ مجموعی طور پر "اُپ نشد" کہلاتی ہیں۔ ان میں انسان کی ذات (آتما) خدا (برہم) اور کائنات (پرکرتی۔ سَرِشٹی) کے باہمی رشتے اور ماہیت جیسے دقیق نظریوں اور مسائل پر رائے زنی کی گئی ہے۔ یہ اُپ نشد بھی بنیادی مذہبی عقائد میں شامل ہیں اور ویدوں ہی کی تعلیم کا ایک حصّہ (شروُتی) شمار ہوتے ہیں، اور انھیں کے ساتھ ہندو دھرم کا اساسی عقیدہ اور فلسفہ مکمّل ہو جاتا ہے۔ اِسی لیے انھیں "ویدانت" (وید + انت = ویدوں کا اختتام) بھی کہتے ہیں۔

اگرچہ بھگود گیتا (= گیتا) کا زمانۂ تصنیف اُپ نشدوں سے بعد کا ہے، لیکن اس کے ترجمے

سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو اسے بھی اُپ نشد کا درجہ دے دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود اسے ویدوں کا حصّہ نہیں تسلیم کیا گیا۔

گیتا شری کرشن مہاراج سے منسوب ہے۔ مہابھارت کی مشہور جنگ کسی تفصیلی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ جب لمبی کشمکش کے بعد کوروؤں اور پانڈوؤں کی فوجیں فیصلہ کُن جنگ کے لیے، کورو کشیتر کے میدان میں آمنے سامنے آ کھڑی ہوئیں تو جنگ شروع ہونے سے پہلے پانڈوؤں کے سپہ سالار ارجن نے شری کرشن سے (جو اُن کے رتھبان تھے) کہا کہ تھوڑی دیر کے لیے رتھ دونوں فوجوں کے درمیان کسی ایسی جگہ پر لا کھڑا کیجیے، جہاں سے میں مخالف فوج کو ایک نظر دیکھ سکوں۔ اس پر شری کرشن نے رتھ کو (موجودہ جیوتی سَر[1] کے مقام پر لا کھڑا کیا۔ ارجن نے کوروؤں کی فوج پر نظر ڈالی، تو دیکھا کہ سامنے کہیں بزرگ دادا کھڑے ہیں، کہیں قابلِ احترام استاد (گورو)، کہیں چچا اور بھائی ہیں، کہیں بیٹے، پوتے اور دوست احباب۔ غرض پوری مخالف فوج میں ان کے قریبی رشتے دار اور اُستاد اور گورو صف بصف کھڑے ہیں۔ اُنھیں دیکھ کر ارجن کے دل میں محبت اور ہمدردی کے جذبات نے جوش مارا۔ انھوں نے شری کرشن سے کہا کہ میں ان عزیزوں اور قابلِ احترام بزرگوں سے جنگ کرنے پر تیار نہیں؛ جو تاج تخت اور شان و شوکت اور سلطنت ایسے ایسے قریبی عزیزوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے بعد حاصل ہوگی، وہ بھلا کس کام کی!

شری کرشن کی زندگی کی علّتِ غائی ہی کوروؤں کو نیست و نابود کرنا تھی جنھیں وہ دنیا میں ظلم اور فساد اور نا انصافی کا منبع اور "بنیادِ دین کے سُست" ہونے کا مظہر سمجھتے تھے، اور جنھیں سزا دینا وہ اپنے وجود کا جواز خیال کرتے تھے۔ یہ سُن کر انھوں نے ارجن کو

---

[1] یہ جگہ موجودہ کورو کشیتر سے چار پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔

سمجھایا کہ اصلی اور بنیادی چیز فرض (دھرم) کی پابندی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنا اپنا فرض ادا کرنا چاہیے؛ فرض کی ادائی کے نتیجے میں جو جزا یا سزا مرتب ہو، اس سے ہمارا کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ تم کشتری ہو، تمھارا فرض اپنے اور دوسروں کے حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ اگر تم لڑنے سے انکار کرتے ہو تو گویا اپنا فرض ادا کرنے سے انکار کرتے ہو، اور فرار کے مجرم بن رہے ہو۔ یہ کسی عنوان معاف نہیں کیا جا سکتا۔

انھوں نے ارجن سے مزید کہا:

جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ فلاں نے فلاں کو قتل کر دیا، یا کوئی یہ خیال کرے کہ فلاں قتل کر دیا گیا تو وہ دونوں غلطی پر ہیں، کیونکہ نہ کوئی قتل کرتا ہے، نہ کوئی قتل کیا جاتا ہے (۲ : ۱۹)
گیتا کا یہ قول اس اصول پر مبنی ہے کہ جسم اور رُوح دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ جسم ختم ہو جاتا ہے لیکن جسم وہ شخص نہیں، اصلی چیز اس کی رُوح ہے، اور رُوح ابدی ہے، یہ کبھی نہیں مرتی۔ اسی لیے اگلے اشلوک میں کہا:

وہ کبھی نہیں پیدا ہوتا، نہ کبھی مرتا ہے۔ جو ایک مرتبہ وجود میں آ گیا، وہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اب وہ ابدی ہو گیا۔ جب یہ جسم قتل کر دیا جاتا ہے، وہ (روح) تھوڑی ختم ہو جاتی ہے۔ (۲ : ۲۰)

اسے کوئی ہتھیار نہیں کاٹ سکتا، نہ آگ اسے جلا سکتی ہے۔ نہ پانی اسے تر کر سکتا ہے، نہ ہوا اسے خشک کر سکتی ہے۔ (۲ : ۲۳)

ہاں جسم الگ چیز ہے۔ جسم پیدا ہوتا ہے اس لیے وہ مرتا ہے اُس کا غم کیا۔ (۲ : ۲۶)

انسان پیدا ہوتا ہے۔ بچپن، نوجوانی، جوانی بڑھاپے سے گزر کر مرتا ہے، تو یہ جسم چھوڑ

کر، وہ دوسرا جسم قبول کر لیتا ہے۔ جس طرح آدمی پرانے کپڑے ترک کر کے، نئے کپڑے پہن لیتا ہے، اسی طرح روح (آتما) پرانا اور بیکار جسم ترک کر دیتی ہے۔ (۲: ۲۲)

غرض بہت بحث و تمحیص کے بعد ارجن کا اطمینان ہو گیا، اور وہ لڑنے پر تیار ہو گئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ جنگ پانڈووں کی فتح اور کورووں کی شکستِ فاش پر ختم ہوئی تھی۔ اس موقع پر شری کرشن اور ارجن کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی، وہی گیتا کی شکل میں مدوّن ہوئی۔

یہ روایتی بیان ہے، لیکن یہ حقیقت نہیں ہو سکتی۔ خیال کیجیے کہ دو فوجیں لڑنے کو بالمقابل کھڑی ہیں۔ لڑائی شروع کرنے کا بگل بج چکا ہے۔ کیا یہ بات باور کی جا سکتی ہے کہ اس وقت شری کرشن نے تین چار گھنٹوں میں ارجن کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے، یہ سب کچھ کہا ہو[1]، اور دونوں فوجیں چپ چاپ کھڑی انتظار کرتی رہی ہوں کہ یہ اپنی گفتگو ختم کر لیں، تاکہ اس کے بعد ہم لڑائی شروع کریں۔ خاص طور پر کوروکیوں خاموش رہتے جب کہ وہ جانتے تھے کہ شری کرشن ارجن کو انھیں کے خلاف جنگ کرنے کو اُکسا رہے ہیں۔ لازماً ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ عین اس موقع پر یہ گفتگو بہت مختصر رہی ہو گی، اور گیتا کے تمام سوال جواب کسی اور موقع اور جگہ پر ہوئے؛ اور غالباً اس کا سرے سے شری کرشن اور ارجن سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بعض اصحاب نے یہ لکھا ہے کہ گیتا کا وہ حصہ جس میں ارجن کو اپنے فرض کا احساس دلانے اور اسے جنگ پر آمادہ کرنے کی باتیں ہیں، وہ تو غالباً شری کرشن نے ارجن سے اسی موقع پر کہیں، لیکن بقیہ طویل بحثیں بعد کا اضافہ ہیں۔

---

[1] اس وقت موجودہ گیتا میں سات سو اشلوک ہیں۔ اسے مکمل پڑھنے میں تین چار گھنٹے سے کم وقت نہیں لگیگا۔

بعض اصحاب نے یہاں تک لکھا ہے کہ گیتا ویاس رشی کی تصنیف ہے، جنھوں نے مہابھارت مرتب کی تھی۔ اس وقت گیتا اسی طویل رزمیہ کا مختصر حصہ ہے اور اس کے جملہ اٹھارہ باب مہابھارت کے بھیشم پرب (باب ۲۳ تا ۴۰) میں شامل ہیں۔

(۲)

گیتا اگرچہ نہ ویدوں (شرونی) کا حصہ ہے، نہ اُپ نشدوں کا، اس کے باوجود یہ تمام خیالات اور عقائد کے ہندوؤں کے نزدیک متبرک اور بلند پایہ مذہبی صحیفہ تسلیم کی گئی ہے۔ ہر زمانے میں یہ ودوانوں اور عالموں کے لیے باعثِ کشش رہی ہے۔ جتنی تفسیریں اور شرحیں اس مختصر سی کتاب کی لکھی گئی ہیں، اور دنیا بھر میں جتنے ترجمے اس کے ہوئے ہیں، وہ حیرتناک ہے۔ اس کی سب سے قدیم تفسیر سنسکرت میں (آدی) شنکر (۷۸۸-۸۲۰ء) کی ملتی ہے۔ اور یہ سلسلہ ہمارے اس زمانے تک جاری ہے۔ میں نے آخری تفسیر ونوبا بھاوے کی دیکھی ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ شنکر سے پہلے کسی عالم نے گیتا کی طرف توجہ نہیں کی کیونکہ خود شنکر نے اپنی تفسیر کے مقدمے میں اپنے سے ماقبل مفسروں کا ذکر کیا ہے۔ افسوس کہ یہ کتابیں ضائع ہوگئیں اور ہم تک نہیں پہنچیں۔

غرض گیتا کی بنیاد شری کرشن کا اُپدیش تھا۔ انھوں نے ارجن کو سمجھایا کہ دنیا میں نیکی اور بدی کے درمیان دائمی کشمکش جاری ہے اور دنیا کا خالق (خدا) چاہتا ہے کہ نیکی کی فتح ہو۔ اسی لیے مخلوق سے اپنی بے پایاں محبت کے باعث وہ ہمیشہ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو بدی کا مقابلہ کرنے اور اسے شکست دینے اور اس کے انہدام کی کوشش کرتے ہیں۔ خدا خیرِ محض ہے اور اس کی اپنے بندوں سے محبت بھی لاانتہا ہے؛ لہٰذا وہ اپنے بندوں کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ اسی لیے وہ وقتاً فوقتاً ہماری رہنمائی کے لیے

اپنے نمایندے بھیجتا رہتا ہے، جو گُم کردہ راہ مخلوق کو واپس راہِ راست پر لے آتے ہیں:۔

گیتا کی تعلیم بآسانی تین حصوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے: (۱) گیان یوگ (علم و عرفان کا راستہ)، (۲) بھگتی یوگ (عشق اور محبت کا راستہ)، (۳) کرم یوگ (اعمال اور مساعی کا راستہ) لیکن سچ یہ ہے کہ ان تینوں میں صراحت سے خطِ فاصل کھینچنا بہت مشکل ہے۔ کسی نہ کسی جگہ ایک دوسرے کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔

(۱) گیان یوگ

گیتا کے باب۱ سے باب۶ تک آتما (ذاتِ انسانی) سے متعلق بحث ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ آتما کس طرح اپنے خالق سے متحد ہو سکتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے فنا فی اللہ کا مقام کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ گیتا میں ہے[۱]:

جو شخص خواہشات پر قابو پالے اور اُن سے آزاد ہو کر انھیں ترک کر دے؛ جسے "یہ میں ہوں" یا "یہ میرا ہے" تک کا کبھی خیال بھی نہ آئے، اس شخص کو نفسِ مطمئنہ حاصل ہو جائیگا۔

یہ الٰہی صفات (برہم ستھتی) ہیں۔ جب کسی کو یہ مقام حاصل ہو گیا، وہ کبھی پریشان نہیں ہوگا (یعنی وہ آواگون کے چکر سے نجات پا جائیگا) اور بالآخر (موت کے

---

[۱] میں نے اس مضمون میں ترجمہ انگریزی سے کیا ہے اور اس میں رادھا کرشنن (صدر جمہوریہ ہند) اور زائینہر کے ترجموں کو سامنے رکھا ہے۔ یہ انگریزی ترجمے آسانی سے دستیاب ہیں

وقت) وصلِ خدا (نروان) کی نعمت سے نوازا جائیگا۔ (۲ : ۷۱ ـ ۷۲)

ایسے آدمی کا فرض یہ ہے کہ :

اُسے صرف ذاتِ الٰہی میں مگن رہنا، اور اسی میں اطمینان حاصل کرنا چاہیے۔
اسی پر وہ قانع رہے۔ اگر وہ ایسا کرے، تو اسے کچھ (مزید) عمل کرنے کی
ضرورت نہیں۔ (۳ : ۱۷)

اس حد تک گیتا نے اُپ نشد کا نظریہ قبول کر لیا۔ لیکن اس کے معاً بعد اضافہ کر دیا کہ انسان کو اپنے فرض کی تعمیل سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیے۔ (یہ گویا ارجن کو ہدایت ہے کہ وہ اپنے فرض یعنی جنگ کرنے میں کوتاہی نہ کریں) اور اس کی دلیل یہ دی کہ خود خدا (برہم) بھی دنیا کو اور مخلوق کو قائم اور صراطِ مستقیم پر رکھنے سے کبھی غافل نہیں۔ اگر اسی طرح انسان بھی اپنے کام میں مشغول رہے تو وہ نہ صرف خدا کی صفات کا تتبع کریگا بلکہ وہ خود عمل (کام) کر کے خدا کی خواہش اور مقصد کی تکمیل میں اس کا معاون بن جائیگا۔ ہاں، اسے بھی اپنے کسی کام کے لیے اُجر کی خواہش نہیں کرنا چاہیے، خواہ یہ کام اس کے نزدیک کتنا ہی اچھا اور بلند پایہ کیوں نہ ہو۔ قرآن میں یہی بات یوں کہی گئی ہے :

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

کہہ دو : "میری نماز، میرا حج، میرا جینا، میرا مرنا سب کچھ اللہ ہی کے لیے ہے،
جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (۶ : ۱۶۲)

مقصد یہ ہے کہ میرا تمام کام خدا کے لیے ہے، مجھے اس کے لیے کوئی اُجر درکار نہیں۔

دُوسرے لفظوں میں جہاں بھی گیتا میں کرم یوگ کی تعلیم ہے، وہاں اس کا مقصد یہی ہے کہ کرم (عمل) ضرور کرو، لیکن نتیجے سے بے نیاز ہو کر۔ صرف عمل کسی کو نجات کا مستحق نہیں بنا سکتا، لیکن ایسا عمل، جس کے لیے کوئی جزا طلب نہ کی جائے، وہ عبادت کا

حصہ بن جاتا ہے۔ ایسے عمل کا انعام نجات (موکش) ہے۔ برہم (خدا) وقتاً فوقتاً اپنے آپ کو ایسے بلند اور برگزیدہ بندوں کی شکل میں نازل کرتا رہتا ہے جو خدائی صفات کی تتبع میں راہِ راست سے بھٹکی ہوئی مخلوق کو واپس صراطِ مستقیم پر لے آتے ہیں۔ (۴ : ۷-۸)

نہ صرف یہ، بلکہ اگر انسان راہِ راست پر چلنا اپنا معمول بنا لے تو اس کے نتیجے میں اسے علم و عرفان حاصل ہوگا اور یہ عرفان ہی اسے ابدی حیثیت حاصل کرنے کا مستحق بنا دیگا؛ یہی عرفان برہم (خدا) کا دوسرا نام ہے۔

ہر ایک شخص کو اپنی روحانی طاقت کی مدد سے عمل (کرم) کے اجر سے بے نیاز ہو جانا چاہیے۔ اُسے عقل (بُدھی) سے اپنے تمام شکوک رفع کر لینے چاہئیں۔ وہ اپنی ذات میں آزاد ہو جائے، تو اس کے اعمال کبھی اس کے رستے میں حائل نہیں ہو سکتے۔

پس اے ارجن! تم بھی عقل کی تلوار سے اپنے دل کے اندر کے پوشیدہ شکوک کا (جو جہالت سے پیدا ہوئے ہیں) قلع قمع کر دو اور عمل کے لیے تیار ہو جاؤ۔ (یعنی جنگ کرو)۔ (۴ : ۴۱-۴۲)

جو شخص رُوحانی حیثیت سے یہ مقام حاصل کر لے اور اسے عمل و فعل پر اتنا ضبط حاصل ہو جائے، وہ گویا خدائے بزرگ و برتر کی صفات کا مظہر بن گیا۔ اب اسے اپنے گرد و پیش کی تمام بیرونی دنیا اپنے اندرون ہی کی تصویر معلوم ہوگی۔ اسے ہر جگہ خدا ہی کا جلوہ اور اسی کا ہاتھ نظر آئیگا۔ اِس سے اُس شخص کے دل میں خدا سے محبت میں اضافہ ہوگا اور اس کے نتیجے میں اس کی عبادت میں ترقی ہوگی، بلکہ اس میں اُسے پہلے سے زیادہ لذت آنے لگیگی۔ اسی حالت کو ہم فنا فی اللہ ہو جانے سے تعبیر کرتے ہیں (۶: ۲۹-۳۱) اسی کو قرآن میں اللہ کے رنگ میں رنگا جانا کہا گیا ہے اور اللہ کے رنگ سے بہتر اور کونسا رنگ ہو سکتا ہے! (البقرہ، ۲: ۱۳۸) اس کے بعد اس شخص کا ہر ایک کام گویا

خدا کا کام ہو جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ پانو خدا کے ہاتھ پانو بن جاتے ہیں۔ اب وہ کسی کو نہیں مارتا، بلکہ خدا اسے مار رہا ہے (الانفال ۸ : ۱۷) اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ شخص کسی عمل کو اپنا عمل تصور نہیں کریگا، بلکہ اسے خدا سے منسوب کریگا۔

(۲) بھگتی یوگ :

یہ گیتا کی تعلیم کا دوسرا حصہ ہے بھگتی (بھکتی) عشق اور عرفان کا وہ مقام ہے جہاں عابد اور معبود، عاشق اور معشوق میں کوئی غیریت نہیں رہ جاتی۔ عام حالات میں انسان کا کسی اَن دیکھے معبود کے لیے یہ مقام حاصل کرلینا آسان نہیں، بلکہ درحقیقت بہت مشکل ہے، لیکن ناممکن بھی نہیں۔ ہم کتنی ایسی برگزیدہ ہستیوں سے واقف ہیں، جو اس امتحان میں پوری اُتریں۔ گیتا کے باب۷ سے باب۱۱ تک میں اسی موضوع سے بحث ہے، جہاں خدائی صفات کے مثبت پہلو کی وضاحت کی گئی ہے، اور جس کی معراج باب۱۱ کے آخر میں یوں بیان ہوئی ہے:

> جب میری عبادت خالص محبت (عشق) کا نتیجہ ہو، تو عابد مجھے میری اصلی صورت میں
> دیکھ سکتا ہے، اور دیکھ بھی لیتا ہے اور یوں میرا عاشق گویا مجھ میں سما جاتا ہے (۱۱: ۵۴)

یہاں عبادت سے محض رسوم اور ظاہری شعائر کی ادائی مُراد نہیں ہے۔ نہ زبانی مدح وثنا ہی؛ ان کا محل اور مقام ہے۔ یہاں عابد سرتاپا معبود میں فنا ہو گیا ہے۔ "بھکتی" سنسکرت کا لفظ ہے۔ اس کا مادہ بھج ہے، جس کے معنی ہیں "خدمت کرنا" عابد (بھگت۔ بھکت) گویا معبود یعنی خدائے کریم کا خدمت گار ہے۔ وہ اس کے احکام کا پابند ہے، اور ان پر عمل کرنا اس کا فرض۔ اُسے اپنے مالک سے عشق ہے۔ عشق ہر طرح کی قربانی اور خدمت کی علت اور منبع ہے۔ عاشق کے نزدیک معشوق کو خوش کرنے کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینا اور اسے خوش رکھنے کے لیے مشکل سے مشکل کام کرنا عین سعادت ہے اور اس کا مقصدِ حیات ہے۔ اسے خدا سے محبت ہے، تو محض خدا کے لیے، اس کی اور کوئی غرض ہی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے آپ کو کاملاً خدا کے سپرد کر دیتا ہے۔ خدا کے احکام کی بجاآوری کے لیے اسے کسی دلیل اور چون وچرا

کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسے پورا یقین ہے کہ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، وہی ٹھیک ہے، اور اسے جوں کا توں تسلیم کرلینا، اس کے عوض میں کسی اُجر یا جزا کی خواہش نہ رکھنا، کسی مادّی یا ذہنی یا جذباتی تسکین سے بے نیاز رہنا۔ یہی معشوق کا حق ہے۔ یہی عاشق کے شایانِ شان ہے اور یہی اس کا فرض بھی۔

یہ عجیب وغریب تجربہ ہے؛ اس میں تمام خواہشات اور اغراض — مادّی اور نفسی کالعدم ہوجاتے ہیں اور انسان سرتاسر حُبِّ الٰہی میں غرق ہوجاتا ہے۔ وہ ہر وقت خداوند تعالیٰ کی قدرت اور علم اور رحمت میں محو رہتا ہے۔ اس کے لیے کوئی اور موضوع باعثِ کشش رہتا ہی نہیں۔ اس کی گفتگو کا محور یہی صفاتِ الٰہیہ ہوتی ہیں اور وہ ہمہ وقت انہی کی تعریف میں رطب اللسان رہتا ہے۔ اس کے تمام اعمال کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ وہ خود خدا کی ان صفات کا مورد اور مظہر بن جائے۔ دوسرے لفظوں میں یہ گویا اس کی بھگتی کا صلہ ہیں۔ اس کا مذہب اور اعتقاد عشق کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

آپ دیکھینگے کہ اس منزل تک پہنچنے اور پھر اسے قائم رکھنے میں، کسی فلسفے اور منطقی استدلال کا کوئی کام اور مقام نہیں۔ اس کے لیے کامل سپردگی اور تسلیم کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مصنّفین (مفسّرینِ گیتا) نے لکھا ہے کہ بھگتی کی صفات (نرمی، محبّت، قربانی، رحم) کا صحیح مظہر عورت ہے، یا کم از کم مرد کی بہ نسبت یہ صفات عورت میں کہیں زیادہ ہیں۔ کماحقہٗ خدمت کرنے کے لیے خدمتگار میں انکسار، فرمانبرداری، حکم کی بجاآوری کے لیے ہمیشہ تیار رہنا، شفقت اور محبّت کے ساتھ نرم دلی کے جذبات کی موجودگی، اوّلیں شرط ہے۔ خدمت گار ہر وقت تسلیم کرنے اور اپنے جذبات اور خواہشات کو قربان کرنے پر آمادہ رہتا ہے۔ بیشک یہ خصوصیات صرف عورت ہی میں نہیں، بلکہ بعض مردوں میں بھی موجود ہیں۔ لیکن یہ بھی درست ہے کہ حالات اور ماحول کی مناسبت کے باعث ان کا ظہور مردوں میں کم اور عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے۔

بہر حال عورت صرف خالص محبّت کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ اس سے محبّت کی جائے، اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب تک مرد بھگتی کی اس منزل تک نہیں پہنچ جاتا، اس کی بھگتی درجۂ کمال کو نہیں پہنچتی۔ بھگتی کی بنیاد کامل ایمان اور یقین پر ہے۔ یقین اس پر کہ وہ اپنی مخلوق سے حد درجہ محبت کرتا ہے، ایسی محبّت جس سے زیادہ تو درکنار، اس کے برابر بھی کوئی اور نہیں کر سکتا، اور اس کا یہ سلوک ہر ایک سے یکساں ہے جو اس کی عبادت کرتا ہے، وہ اسی کا ہو جاتا ہے (ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئے) یہی گیتا (۹ : ۲۹) میں ہے کہ میں تمام مخلوق کے لیے ایک سا ہوں، نہ مجھے کسی سے نفرت ہے، نہ خاص تعلق۔ قرآن میں بھی خدا کی (۹۹) صفات بیان ہوئی ہیں۔ لیکن اس کی سب سے نمایاں اور اہم صفت یہ ہے کہ وہ رحیم ہے۔ اس کا سلوک سب سے ایک سا ہے۔ عابد اور گنہگار، نیک اور بد، زاہد شب زندہ دار اور رندِ میخوار ـــــ اس کی نظر میں سب برابر ہیں۔ اس کا سورج ہر ایک کو روشنی پہنچاتا ہے۔ اس کی پیدا کردہ ہوا سب کے لیے زندگی کا سامان مہیّا کرتی ہے۔ اس کا نازل کردہ پانی ہر ایک پیاسے کی پیاس بجھاتا ہے۔ کوئی اُسے مانتا ہے یا نہیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خدا کی رحمت کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھُلا ہے۔ اسی لیے قرآن میں کہا گیا ہے: رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (الاعراف، ۷ : ۱۵۶) میری رحمت ہر ایک چیز کو محیط ہے۔ اگر عابد کو اپنے معبود سے سچّا عشق ہے، تو وہ اُسی کے رنگ میں رنگا جائیگا (القرآن: البقرہ، ۲ : ۱۳۸) اور وہ اس کے تتبع میں مخلوق میں کوئی امتیاز رَوا نہیں رکھ سکتا۔ وہ بھی سب سے برابر کا سلوک کرے گا، اور ہر ایک سے محبّت کا برتاؤ کریگا۔ یہی اصلی بھگتی (بھکتی) ہے؛ اور یہی گیتا کی تعلیم ہے۔ فرمایا:

> میں تمام مخلوق کے لیے ایک سا ہوں؛ نہ مجھے کسی سے نفرت ہے، نہ خاص محبت
> لیکن جو شخص، ایثار اور محبت کے ساتھ، میری عبادت کرتا ہے، وہ میرے اندر سما جاتا
> ہے اور میں اس کے اندر ہوں۔ (۹ : ۲۹)

بھگتی کا نتیجہ عرفان (گیان) ہے۔ جب عابد کاملاً معبود میں ضم ہو جاتا ہے، تو معبود اپنے فضل سے اسے عرفان عطا فرماتا ہے، اس کی معرفت کی قوت بہت تیز ہو جاتی ہے۔ عابد محسوس

کرنے لگتا ہے کہ وہ معبود کا حصہ بن گیا ہے۔ اب وہ کچھ بھی کرے، اسے وہ معبود ہی سے منسوب کریگا، لیکن وہ اس حالت میں بھی اعمال سے بے نیاز نہیں ہوجاتا۔ اب اس کے اعمال گویا خود معبود کے اعمال اور معبود کے مقصد کے پورا کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ معبود کا مقصد دنیا میں نیکی کا قیام اور بدی کا انہدام ہے۔ گویا عابد اپنے اعمال سے معبود کے مقصد کے حصول میں اس کا معاون اور ذریعہ بن جاتا ہے۔

غرض بھگتی میں کامل تسلیم اور سپردگی کی معراج ہے اور اس کا نصب العین بھی۔

(۳) کرم یوگ

یہ گیتا کی تعلیم کا آخری باب، اس کا نچوڑ، بلکہ اس کے وجود میں آنے کا اصلی سبب ہے۔ گیتا کا آغاز ارجن کے اس سوال پر ہوا تھا کہ میں دُنیوی شان وشوکت اور جاہ وجلال کی خاطر جنگ کرنے اور اپنے قریبی عزیزوں اور بزرگوں کو قتل کرنے پر تیار نہیں۔ اس پر شری کرشن نے اسے بتایا کہ دوسرے لفظوں میں تم عمل سے گریز اور اپنا فرض (دھرم) ادا کرنے سے فرار کی راہ اختیار کر رہے ہو، اور یہ کسی طرح جائز نہیں۔ تمھارا یہ فیصلہ علم کی کمی اور زندگی کی غایت نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ گیتا کا یہ آخری حصہ اسی اصول کے جواز اور بے عملی کے خلاف تعلیم پر مبنی ہے۔ درمیان میں اور کئی مسائل زیرِ بحث آگئے ہیں۔ ان میں عرفان (گیان) کی فضیلت، بےغرض عمل کی برتری، نجات (موکش) کی اصلی صورت پر گفتگو ہے، جن کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے۔ لیکن گیتا کی اصلی تعلیم یہی ہے کہ بےغرض عمل (نشکام کرم) ہی زندگی کی غرض وغایت اور اس کی وجہِ جواز ہے۔ ہمیں اسی دنیا میں رہنا اور اپنے عمل سے دنیا کی خدمت کرنا اور اسے گمُرہی سے بچانا اور بدی سے پاک کرنا ہے۔ یہی ہمارا فرض (دھرم) ہے۔

غلطی اور برائی عمل کرنے میں نہیں ہے، نہ ہم عمل کرنے کو ہمیشہ دنیا طلبی سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

عمل نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم دنیاداری سے آزاد ہو گئے۔ "بیکاری" کسی طرح بھی "آزادی" کے ہم معنی نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم عمل (کرم) سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں، تو یہ رہبانیت ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے خدا کا بندہ اور غلام ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے، ہم عمل سے گریز نہیں کر سکتے۔ یہ رستہ فطرت کے خلاف ہے۔ فطرت خود دن رات مصروفِ عمل ہے۔ ہم فطرت کا جُزو اور ظاہری نشان (مظہر) ہیں۔ پس، ہم کیسے فطرت کے خلاف جا سکتے ہیں!

ہاں، اگر ہم کسی چیز کو ترک کرنا چاہتے اور اس کے نتیجے سے آزاد اور مستغنی ہونا چاہتے ہیں، تو اس کے لیے عمل نہیں، بلکہ اس عمل کے پیچھے جو خواہش اور غرض کام کر رہی ہے، ہمیں اس سے چھٹکارا پانا چاہیے۔ اور ہم اس غرض سے اس وقت تک بے نیاز اور آزاد نہیں ہو سکتے، جب تک ہمیں علم و عرفان (گیان) نہیں حاصل ہو جاتا۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ بےغرض عمل ہی نیکی کی بنیاد ہے، نہ کہ بےعمل ہونا۔ اگر عمل غصّہ اور غرض، اشتعال اور محبت، کسی سے مخالفت اور نفرت پر مبنی ہے، تو ایسا عمل ممنوع بھی ہے، اور اس کا نتیجہ بھی عامل کو بھگتنا پڑیگا۔ لیکن اگر وہ عمل کسی بُرائی کو دُور کرنے کے لیے ہے، بشرطیکہ ہمیں خود بُرائی کرنے والے سے نفرت یا مخالفت نہ ہو، اور اس سے ہمارا کوئی ذاتی فائدہ بھی وابستہ نہ ہو، تو ایسا عمل ہماری اخلاقی فتح ہے اور ہماری روحانی بالیدگی کا سبب بھی۔ بظاہر یہ بہت مشکل نظر آتا ہے۔ لیکن اگر ہم استقلال سے اس پر عمل پیرا ہو جائیں، تو رفتہ رفتہ یہ ہماری فطرت کا حصّہ بن جائیگا اور خود بخود اس کا حصّہ بن جائیگا اور خود بخود اس کا اظہار ہونے لگیگا۔ یہی وہ مقام ہے، جس کے حصول کی تلقین گیتا نے کی ہے، عمل کرو، کسی غرض کے بغیر اور جزا کی خواہش سے بے نیاز ہو کر۔ اگر یہ مقام حاصل ہو جائے، تو انسان کو سنیاس لینے کی ضرورت ہی نہیں، وہ اسی دنیا میں رہتا ہوا گویا دنیا کا باسی ہی نہیں، وہ بے تعلق ہے، صرف اپنے خالق کا بندہ اسی کے حکم کا غلام۔

یہ مقام گیان (عرفان) سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد انسان جو کام بھی کرے، اس سے اس کی کوئی ذاتی غرض یا تعلق نہیں، اس کی شکل الٰہی کام کی سی ہو جاتی ہے۔ وہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی گویا دنیا میں نہیں۔ اس کا کوئی کام بھی اپنے لیے نہیں، بلکہ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے، دوسروں کی بھلائی اور رہنمائی کے لیے، جو اس دنیا کے قواعد و قوانین کے پابند ہیں۔ ایسے انسان کی مثال شمع کی ہے، جو دوسروں کو روشنی مہیا کرنے کے لیے خود جل مرتی ہے۔

غرض کرم (عمل) سے فرار ممکن نہیں، بلکہ اسے کرتے رہنا ہی انسان کی زندگی اور پیدائش کا ثبوت ہے لیکن اسے زندگی کا مقصد اور علت غائی بنا لینا بھی غلط ہے۔ انسان یہ کر لے، تو وہ صفاتِ الٰہیہ کا مظہر بن گیا۔ خدا اپنی صفات کے مطابق ہمیشہ سرگرمِ عمل ہے، لیکن بے غرض اور کسی خواہش کے بغیر ہے:

> جس طرح بے علم (اگیانی) اپنے کام سے چمٹے ہوئے عمل پیرا رہتے ہیں،
> اسی طرح عالم (گیانی) کو بھی عمل کرنا چاہیے۔ لیکن کسی خواہش یا تعلق کے
> بغیر، صرف دنیا کا نظم و نسق قائم رکھنے کو (۳: ۲۵)

قرآن میں اسی حالت کو "صبغۃ اللہ" کہا گیا ہے۔

باب ۱۳ سے باب ۱۷ تک تقریباً سانکھیہ شاستر کی تعلیم کا اعادہ ہے۔ جن مسائل سے پہلے ابواب میں بحث کی گئی ہے۔ انھیں پھر سے چھیڑا گیا ہے۔ باب ۱۸ یعنی گیتا کا اختتام ان اشلوکوں پر ہوتا ہے، اور دیکھا جائے، تو یہی ساری تعلیم کا نچوڑ ہے:

"انسان کے دل سے "میں" کا تصور، تکبر اور گھمنڈ، خواہش اور کسی سے نفرت

اور ذاتی ملکیت کا خیال ترک ہو جانا چاہیے۔ اسے کسی چیز کے لیے ذاتی قبضے یا تسلط کا سوچنا بھی نہیں چاہیے۔ اگر وہ یہ مقام حاصل کر لے تو پھر اس کی نجات اور اس کے برہم کا درجہ پا لینے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔

اس کے بعد اسے نراشا ہو گی، نہ کسی چیز کی خواہش۔ اسے صرف ایک مجھ سے محبت (عشق) اور فرمانبرداری کافی ہو گی۔

میری محبت اور وفاداری سے اُسے میری ذات کا عرفان حاصل ہو گا کہ میں کون ہوں، اور کتنا عظیم۔ اور جب ایک مرتبہ اسے معلوم ہو گیا کہ میں کون ہوں، وہ مجھ میں سما جائیگا۔ (۱۳ : ۵۳-۵۵)

اور اب گیتا کا آخری اشلوک دیکھیے:

اب میرا اہم ترین کلام سنو، اسے دل میں رکھو۔ مجھ سے محبت کرو اور میری عبادت کرو، اور میرے لیے قربانی کرو۔ میرے ہی آگے جھکو (سجدہ کرو) اس صورت میں تم میرے پاس آؤ گے۔ میں اس کا وعدہ کرتا ہوں کیونکہ تم مجھے عزیز ہو۔ (۱۸: ۶۴-۶۵)

اسی پر گیتا ختم ہو جاتی ہے۔ اور یہی گیتا کی تعلیم اور اس کا پیغام ہے: خدا سے پوری پوری محبت کرو، اپنے آپ کو کاملاً اس کے سپرد کر دو۔ اس سے تم تمام بندھنوں سے نجات حاصل کر لو گے۔

(۳)

گیتا عالمی مذہبی گلستان کا سدا بہار پھول ہے۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ اس کو وجود میں آئے صدیاں گذر گئیں، لیکن اس کے حسن ~~و رعنائی اور~~ اس کی ہر دلعزیزی میں کوئی کمی

نہیں آئی۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس میں کچھ اضافہ ہی ہوا ہے۔

گیتا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے مدّاحوں میں مذہب و ملت کی کوئی تفریق نہیں پائی جاتی۔ اگرچہ یہ بنیادی طور پر ہندو دھرم کی کتاب ہے، لیکن اس کی تعریف اور اس پر غور و فکر کرنے والے کسی ایک عقیدے کے ماننے والے نہیں رہے۔ اس گروہ میں ہندو اور مسلم، بودھ اور جین، عیسائی سب ملتے ہیں۔ یہی حال اس کے ترجموں اور مفسروں اور حاشیہ نگاروں کا ہے۔ پھر دنیا کی شاید ہی کوئی ایسی ترقّی یافتہ اور پختہ زبان ہو جس میں اس کا مکمّل یا کم از کم انتخاب کا ترجمہ نہ ہوا ہو۔ بیشتر ترجموں کے ساتھ اس کی مفصّل تفسیر یا مختصر توضیحی حاشیے اور تبصرے بھی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گیتا کا کسی خاص مذہب یا عقیدے کی حامی اور مؤید کتاب کی حیثیت سے نہیں، بلکہ اصولِ مذہب یا فلسفۂ حیات کا متن مان کر مطالعہ کیا گیا ہے اور اسی پہلو سے اس پر رائے زنی کی گئی ہے اور اس کی قدر و قیمت آنکی ہے۔ در اصل یہی اس کی ہر دلعزیزی کا بہت بڑا راز ہے۔

اردو میں بھی اس کے متعدد ترجمے ہوئے ہیں — نظم میں بھی اور نثر میں بھی، اچھے بھی اور معمولی بھی۔ ان میں سے بعض بہت مشہور اور مقبولِ خواص و عوام ہیں۔ ان ترجموں میں ہندو اور مسلم ادیبوں اور عالموں نے برابر کا حصّہ لیا ہے لیکن گیتا کی کشش کچھ ایسی ہے کہ آئے دن اس کا ایک نہ ایک نیا ترجمہ سامنے آجاتا ہے۔

آپ کے ہاتھ میں نیا منظوم ترجمہ جناب شان الحق حقّی کا ہے۔ حقّی کا لاحقہ ان کا تخلص نہیں ہے، اگرچہ اب وہ کبھی کبھی اُسے تخلص کے طور پر بھی استعمال کرنے لگے ہیں۔ یہ در اصل اشارہ ہے، ان کے نسبی تعلّق کا۔ وہ شہرۂ آفاق مذہبی رہنما اور عالمِ دین شیخ عبد الحق محدّث دہلوی کے خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ بارہ پُشت اوپر

حضرت شیخ مرحوم حقّی صاحب کے جدِّ اعلیٰ تھے۔ اسی نسبت سے حقّی ان کے نام کا جزو بن گیا۔

ان کے والد مولوی احتشام الحق مرحوم بھی اردو کے مشہور اور ممتاز عالم اور ادیب تھے۔ وہ مدّتوں مولوی عبدالحق (انجمن ترقّی اردو) کے ہمکار رہے۔ انھوں نے کئی قابلِ قدر تصانیف سے ہمارے اُدب میں اضافہ کیا ہے۔ ان میں ترجمان الغیب، مطالعۂ حافظ اور افسانۂ پدمنی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

شان الحق حقّی صاحب ۱۵ ستمبر ۱۹۱۷ء کو دِلّی میں پیدا ہوئے۔ مختلف مراحل سے گذرتے ہوئے تعلیم کی تکمیل سان اسٹیفنس کالج، دِلّی میں کی، جہاں سے انھوں نے ایم اے (انگریزی) کی سند لی۔ اس کے بعد چندے ملازمت کی تگ ودَو میں گذرے جس کے لیے وہ بالکل ناموزوں تھے۔ ۱۹۵۸ء میں وہ ترقّی اُردو بورڈ (حالیہ اُردو لغت بورڈ)، کراچی کی مجلسِ نظماء میں شامل ہوئے اور یہاں معتمدِ اعزازی کا عہدہ سنبھالا۔ اب وہ ایسی جگہ پہنچے، جس کے لیے قدرت نے روزِ اوّل سے انھیں ہر طرح کی اہلیت ودیعت کی تھی۔ وہ بنیادی طور پر علمی اور ادبی مزاج کے آدمی ہیں — دفتری ملازمت نہ انھیں راس آسکتی ہے، نہ وہ اس گوں کے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی صلاحیتوں سے بھرپور فایدہ اُٹھاتے ہوئے اردو ادب کو اپنی گرانقدر تصانیف — نظم ونثر، تنقید، ترجمہ، ترتیب، لغت نویسی، طنز ومزاح، بچّوں کا ادب — غرض ہر صنفِ ادب سے مالا مال کر دیا ہے۔ ہر میدان میں ان کے کارنامے بیش قیمت اور پایدار ہیں۔

وہ دِلّی والے ہیں اور زبان پر انھیں غیر معمولی قدرت حاصل ہے۔ وہ اور کئی زبانیں بھی جانتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان کا گیتا کا ترجمہ بھی ان کی پہلی کتابوں کی طرح قبولِ

عام کا درجہ حاصل کرے گا اور گیتا کے طالب علم اس سے مستفید اور مستفیض ہوں گے۔

میں اپنی طرف سے انھیں اس کارنامے کو سرانجام کرنے پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔
اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

مالک رام
نئی دلّی

عرضِ مترجم

لکھنؤ دُور درشن میں مجھ سے ایک نوجوان نے سوال کیا کہ آپ نے گیتا کا ترجمہ کیوں کیا ہے؟ اس پر مجھے بھی اپنے آپ سے یہی سوال کرنا پڑا۔ دراصل یہ کوئی شعوری فیصلہ نہیں تھا بس ایک اضطراری اقدام تھا، ایک اندرونی تحریک۔ گیتا سے دل چسپی تو لازمی تھی کہ یہ دُنیا کا ایک اہم صحیفہ ہے جو نسل در نسل دلوں کو گرماتا رہا ہے اور کروڑوں انسانوں کے لیے رُوحانی تسکین کا ذریعہ بھی ہے۔ اب سے بہت پہلے مَیں نے بھگود گیتا کے بعض اُردو ترجمے دیکھے تھے لیکن وہ میرے دل کو نہیں لگے تھے۔ ان سے مجھے مطالعے کی ترغیب نہیں ہوئی اور لطفِ مطالعہ نہیں ملا۔ شاید یہ میری ہی کوئی کوتاہی یا کج فہمی یا وقتی بے دلی ہو۔ بہرحال ایک ذاتی تاثر ہے۔ وہ بھی کبھی پہلے کا۔ مجھے دُوسرے کارناموں سے کوئی تعرّض مقصود نہیں۔

ترجمے کے دَوران میں مَیں نے کسی ترجمے کو پیشِ نظر نہیں رکھا کہ اس سے ناحق ذہن کے متاثر ہونے کا امکان تھا اور مُناسب نہ ہوتا۔ میں نے شیکسپیئر کے ترجمے کے وقت بھی کسی اُردو ترجمے کو نہیں دیکھا تھا۔ اصل سے براہِ راست سروکار رکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ادبی ترجمے کے لیے بھی ویسی وجدانی تحریک ضروری ہے جو تخلیق کے لیے ہوتی ہے۔ یہ محض کوئی میکانکی عمل نہیں ہوتا۔ جس طرح تخلیق میں فکری آزادی کے ساتھ ساتھ کچھ حدود بھی عائد ہوتی ہیں، مثلاً قواعد و محاورے کی بنیادی پابندی (یا آرٹ میں مخصوص میڈیم کی حدود) اور پھر وزن و قافیہ کی پَیروی۔ اسی طرح ترجمے میں یہ قید بھی موجود رہتی ہے کہ اصل سے انحراف نہ ہو اور یہ بہت کڑی شرط ہے۔ ایسی بندشیں کسی وہبی عمل ہی سے نبھ سکتی ہیں۔

ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ زبان جس میں ترجمہ کیا جائے، اپنی جگہ پختہ، شائستہ، باوسائل اصل کا عکس یا جواب پیدا کرنے کی اہل ہو۔ شیکسپیئر کے ڈرامے "اینٹنی و کلیو پٹرا" بعنوان "قہرِ عشق"

کے علاوہ جسے میری درخواست پر انجمن ترقیِ اردو (پاکستان) نے صفحہ بہ صفحہ انگریزی متن کے ساتھ شائع کیا۔ (۱۹۸۴ء) مختلف زبانوں کے شہ پاروں کے منظوم تراجم کا ایک مجموعہ "درپن درپن" بھی شائع ہوا ہے (مکتبۂ اسلوب کراچی، ۱۹۸۵ء)۔ نثری ترجمے ان کے علاوہ ہیں۔ مگر میں نے اردو زبان کو کہیں بھی تہی مایہ اور بغلیں جھانکتے نہیں پایا۔ ان تمام کاوشوں کا حاصل میرا یہی خوش گوار تاثر ہے کہ اُردو اپنے لغات کی فراوانی اور اسالیب اظہار کی رنگا رنگی کی بدولت ہر طرح کے مطالب کو خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کر سکتی ہے۔ اس میں ہندی کا رس لوچ اور لچک بھی ہے۔ فارسی کی شیرینی و شُستگی بھی، عربی کی صلابت، بلاغت اور پختگی بھی۔ صَرف و نحو میں کُشادگی ہے۔ ترکیب بھی موجود ہے تالیف بھی۔ آپ تحریر کو جس طرح کا رنگ چاہیں دے سکتے ہیں، جتنا وزن و وقار چاہیے، پیدا کر سکتے ہیں۔ ڈرامے کے اندر ہر طرح کا لہجہ، ہر طبقے کی زبان، ہر کردار کی انفرادیت قائم رہ سکتی ہے۔ قانونی موشگافیاں، سیاسی اینچ پیچ کی باتیں، عشق و محبت، تصوّف و رُوحانیت، شاعرانہ نازک خیالی، لطیفہ طرازی، چُہل، ٹھٹھول، چھیڑ چھاڑ، نوک جھونک، ہر بات بخوبی کی جا سکتی ہے۔ ہر موقع ہر مرحلے پر اُردو جواہر کا تھال آپ کے آگے کر دے گی کہ لیجیے اپنے مطلب کا مال چُن لیجیے۔ اپنے مقام پر ہر بول بیش بہا ہوتا ہے۔

اُردو کا دائرۂ اصوات بھی دوسری زبانوں سے زیادہ وسیع ہے۔ جو آوازیں فارسی، عربی، ہندی یا انگریزی میں نہیں اُردو میں یکجا طور پر موجود ہیں۔ اس کی ترکیب نحوی کھُلے بازوؤں کی صورت رکھتی ہے جس میں ہر لفظ سما سکتا ہے۔ مُرکّب افعال جتنے چاہیں بنالیں۔ جتنے ALIEN یا اجنبی WORDS اور EXPRESSIONS چاہیں FREELY اختیار یا ADOPT کر لیں۔ تاریدکی بھی ضرورت نہیں۔ خلاصہ یہ کہ اس نے بڑی بڑی باثروت اور شائستہ زبانوں کا ست کھینچ لیا ہے۔ عاریت، دست اندازی، چربہ سازی، ایجاد و اختراع ہر صورت سے اپنا دامن بھرا ہے۔ اسے ہر قسم کی ضروریات کے لیے اور شہر و دیہات میں ہر طرح کے حرفوں پیشوں میں آزمایا جا چکا ہے۔ بھرپور اور گوناگوں اکتساب کے باوجود اس کا ڈھانچہ اور کینڈا دیسی لہجہ، محاورہ اور لغوی عناصر کا جُزوِ اعظم ہندی ہے۔ ہندوستان اپنی "ہندوستانی" کو شُدھ بنا کر، یا پاکستان اسے پرُ پیچ کر کے دھنی سے دیدہ ایلے، امیر سے عیبر بن جائیں گے، ننہال نہیں ہو سکتے۔

میں نے یہ ترجمہ بڑے شوق اور چاؤ سے کیا ہے اور اس کے لیے اُردو زبان کی صلاحیتوں کو حسب

مقدور بروئے کار لانے کی کوشش کی ہے۔ یہ میرے لیے مشقت نہیں، مسرت تھی۔ دل کشائی اور آگاہی کا ذریعہ نہ کہ صرف طبع آزمائی۔ اس کا مطالعہ قدم قدم پر قرونِ مابعد کے مسلم صوفیا کے اقوال و عقائد کی طرف دھیان لے جاتا ہے۔ یہ وہ صحیفہ ہے جو انسان کو پرماتما یا رُوحِ اعلیٰ کا ایک جزو، ہم نفس یا نفسِ ناطق قرار دے کر انسان کا مان بڑھاتا ہے، اور خوش اعمالی کے ذریعے کرم چکر سے نکل کر ابدی مسرت پانے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ ایک ایسے برگزیدہ اور بے نفس انسان کا تصور پیش کرتا ہے جو دوسروں کے لیے بے آزار لیکن اپنی جان کے لیے سراپا آزار ہوگا، لیکن حسِ آزار سے بے گانہ۔ رنج و راحت کے احساس سے مبرّا۔ یہ مرتبہ پانا ہر شخص سے متوقع نہیں۔ عام سطح پر لوگ اپنے اپنے کارِ منصبی اور دھرم کرم کو لگن سے انجام دے کر بھی نجات کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

گیتا کے سلسلے میں کئی علمی، تاریخی، تنقیدی مباحث چھڑ سکتے ہیں۔ اس کا عہدِ تصنیف بھی معرضِ بحث میں رہا ہے۔ ان مسائل کو ہم خصوصی ماہرین پر چھوڑ سکتے ہیں اور بعض تو شاید کبھی طے نہ ہو سکیں۔ مذہبی معاملات میں اصلی گواہی اندر کی گواہی ہوتی ہے نہ کہ خارجی استدلال۔ آپ کچھ بھی کہا کریں۔ ماننے والے وہی مانیں گے جو اُن کا دِل مانے گا۔ اس کی قدر و قیمت کی بابت میں اتنا ہی کہوں گا کہ اس کے محاسن کا ادراک کرنے اور ان پر وجد کرنے کے لیے شرطِ اوّل خشوع و خضوع ہے۔ یہ بات دوسرے صحائف بلکہ تخلیقی شہ پاروں کی بابت بھی کہی جا سکتی ہے کہ کثرتِ مطالعہ سے ان کا نقش اور گہرا ہو جاتا ہے بلکہ عہد بہ عہد نئے محاسن اور نئے معانی بھی نظر آتے ہیں۔ جہاں تک گیتا کا تعلق ہے اس کی عظمت پر صدیوں کی مہریں ہیں۔ دِل نشینی پر اَن گِنت گواہیاں۔ اس کو تنقیدی معائنے کی میز پر لٹانا اُس کے تقدس سے کھیلنا اور سورج کو چراغ دِکھانا ہے۔ ہاں اِس ترجمے پر آپ جو عمل جراحی کر سکتے ہیں۔

ترجمے کے وقت میرے سامنے اصل سنسکرت متن کے علاوہ حسبِ ذیل انگریزی تراجم رہے ہیں:

سوامی پربھوپادہ کا انگریزی ترجمہ شرح (BHAGWAD GITA AS IT IS) آر۔ سی۔ زائنر

ZACHRER کا انگریزی ترجمہ مشمولہ HINDU SCRIPTURES سوامی پرمانند کا ترجمہ

مشمولہ THE BLESSED LORD'S SONG THE WISDOM OF INDIA مُرتبہ

LIN YU TANG سوامی پربھانند اور کرسٹفر اِشروڈ کا مشترک انگریزی ایڈیشن

THE SONG OF GOD - BHAGWAD GITA اور ایڈون آرنلڈ

A TREASURY OF ASIAN کا ترجمہ باب ۶ تا ۱۱ مشمولہ ADWIN ARNOLD

LITERATURE

ان کے حوالے حواشی میں درج ہیں خصوصاً اختلافِ مطالب کے ضمن میں۔ میں نے ان سب کو مفید پایا اور ان سے بہت استفادہ کیا جس کا شکریہ واجب ہے۔ متن کی تفہیم، تعبیر و تفسیر و تشریح میں جو زحمت یہ حضرات پہلے کر چکے تھے مجھ سے ممکن نہ تھی۔ میں ان سب کے سامنے سرِ نیاز خم کرتا ہوں۔

میں انجمن ترقیٔ اُردو (ہند) کے اربابِ حل و عقد، بالخصوص جناب ڈاکٹر خلیق انجم اور صدر جناب سیّد حامد کا بھی نہایت شکر گزار ہوں جنھوں نے از خود فرمائش کر کے یہ ترجمہ طلب فرمایا اور مجھے کسی پبلشر کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔

شانُ الحق حقی

باب (۱)

کُروکشیتر کے میدان میں فوجوں کی صف آرائی

(۱)

یہ پوچھا رائے دسرت[1] نے
کُروکشیتر[2] کی پاکیزہ زمیں پر جب مرے لڑکے
گئے ہیں لیس ہو کر سامنے پانڈوؤں[3] کے پوتوں کے
تو کیا گزری کہو سنجے[4]

(۲)

کہا سنجے نے اے راجن!
نظارہ پانڈو کے دَل کا کر کے رائے دریودھن
گئے اپنے گرُو کے پاس جو سالار ہیں اُن کے

---

[1] اصل نام دھرِت راشٹر عرف عام میں دسرت۔ [2] ویدوں کی رو سے کروکشیتر جنّت کے باسیوں کی بھی سجدہ گاہ ہے (سوامی پربھوپادا)۔ [3] پانڈو، دسرت کا بھائی، دونوں بھیم کے بیٹے۔ [4] سنجے راجہ دسرت کا پیش کار یا وزیر، ویدوں کے نامی بدوان ویاس کا شاگرد تھا اور دور ہی سے میدان جنگ کو دیکھنے اور سب کچھ سننے کی طاقت رکھتا تھا۔

اور اُن سے مِل کے یوں بولے :

(۳)

ذرا آچاریہ جی[۵] دیکھیں تو اُس لشکر کی چھب اور ڈھب
تمھارے خوشہ چیں[۶] دروپد کے جائے کے ہیں یہ کرتب

(۴)

اُدھر ہیں سُورما بلوان ڈھیروں شاملِ لشکر
کوئی ارجن کا ہمسر ہے تو کوئی بھیشم[۷] سے بڑھ کر
ذرات و یودُھن و دروپد مہارت جن کی ہے اظہر[۸]
مُقدر آزمانے اپنا آئے ہیں سب مِل کر

(۵)

کھڑے ہیں دھر شٹکیتو چیکتانہ ، کاشی راجہ بھی
پُرو جِت ، کُنتی بھوج اور شیبیہ سے اُستر آدھاری[۹]

(۶ — ۷)

ہماری فوج میں بھی کم نہیں بلوان اُن جیسے
بتاؤں تم کو عالی قدر[۱۰]! نائک کون ہیں اپنے
کریں گے جو کمان اب ان دلوں کی میری جانب سے
لڑیں گے شوق و ہمت سے بتاتا ہوں میں نام اُن کے

ع۵ آچاریہ بروزن آخوندجی ۔ یہاں بہاریہ کی طرح نہیں بولتی ۔

ع۶ دروپد ارجن کا خسر اس کی بیوی دروپدی کا باپ ''دروپد کا جایا'' دھرِشتدیمن ارجن کا سالار جو دریودھن کے سالار درون آچاریہ کا شاگرد تھا ۔ اس لیے اُسے ''خوشہ چیں'' کہا ہے ع۷ بھیشم بروزن بیستا ۔ بعض جگہ عام تلفظ بھِشم بھی برتا گیا ہے ۔ جیسے کروکشیتر کی جگہ کروکشتر ۔

ع۸ لشکریوں کے بہت سے نام آئندہ شلوکوں میں آئے ہیں ع۹ ہتھیار بند ع۱۰ اصلاً ۔ دِدِج تم یعنی برہمن ۔

(۸)

یہاں ہیں کرن کرپ اور بھیشم اور سالارتم جیسا
وکرن اور اشوتھاما اور بیٹا سوم دتہ کا
جنھوں نے مات کا میداں میں ہرگز منہ نہیں دیکھا[۱۱]

(۹)

بہت سے اور بھی جاں باز ہیں جو جان دے دیں گے
مری خاطر سے. وافر اسلحہ بھی پاس ہیں ان کے

(۱۰)

ہمارا ابل ہے بے انت اور ہے ہم پر بھیشم کا سایہ
مقابل ہم سے ہو کر کیا کرے گا بھیم[۱۲] بے چارہ

(۱۱)

اب آئیں اور لگا دیں زور مل کر بھیشم کے پیچھے
کھڑے ہوں اپنے اپنے مورچوں پر ہوشیاری سے

(۱۲)

تب اپنا شنکھ پھونکا زور سے بھیشم پتامہ نے
دہاڑے شیر جیسے، کھل اٹھا پوتا اسے سن کے

(۱۳)

پھر اٹھا شور ہر جانب سے شنکھوں اور نعروں کا
بجے وہ طبل نقارے کہ سارا کھشیتر گونج اٹھا

---

[۱۱] دریودھن کے دل میں دھکڑ پکڑ مچی ہوئی ہے۔ پہلے مخالف فوج کے سورماؤں اور ماہرانہ ترتیب کو دیکھ کر سہمتا رہا۔ اب اپنے لشکریوں کا نام لے کر حوصلہ پیدا کر رہا ہے۔ [۱۲] پانڈوؤں کا سالار جو مقابلۃً کم تر تھا، دریودھن کے سالار کا شاگرد۔

(۱۴)

اُدھر کرشن اور ارجن کے سماوی شنکھ بھی گونجے
فرد کش تھے وہ اپنے خاص رتھ میں نقرہ گھوڑوں کے

(۱۵)

بجے اب پنچ جنیا[۱۳]، دیودتّ کرشن و ارجن کے
وہ مالک ہیں حواسوں[۱۴] کے، تو یہ سیراب دولت سے[۱۵]
کرڑا کے کارفرما بھیم کے پَونڈر[۱۶] کے بھی گونجے
وہ خوش خوراک آتے ہیں کرشمے جس کو دکھلانے

(۱۶)

یُدھشٹر، کُنتی کے جائے نے اپنا شنکھ بھی پھونکا
بجا ناقوس اننت وجے و نکُل، سہدیو اور سب کا
کھڑے ہیں واں سگھوش اور دھرشٹدیومن مُبارز جو
وراتہ، ساتیہ، درو پد بجے ان سب کے بھی بھونپو

(۱۷-۱۸)

انہی میں درو پدی کے جائے بھی راجن! ہیں صف آرا
سُبھدرا کا پسر بھی اونچی ہے، ساز میں ڈوبا

(۱۹)

زمیں سے آسماں تک ہمہمے ان سارے شنکھوں کے

---

[۱۳] شری کرشن اور ارجن کے سنکھ۔ [۱۴] اصلاً ہِرشی کیشا اپنے پیروؤں کے حواس پر قدرت رکھنے اور انہیں سدھارنے والے۔ حواس حس کی جمع ہے مگر اردو میں اس کی جمع الجمع حواسوں بھی مستعمل ہے جیسے اوسان اصلاً واحد ہے مگر بطور جمع ہی فصیح ہے، لیکن بطور واحد غیر فصیح۔ [۱۵] ارجن کو دھنن جنیہ کہا گیا ہے، دولت حاصل کرنے والا۔ اس نے اپنے بھائی کو قربانی کے لیے دولت جمع کر کے دی تھی۔ [۱۶] بھیم کے شنکھ کا نام جو پُرشور مشہور تھا اور اس کا "کرشمہ" یہ تھا کہ بدمیا دیو کو ہلاک کیا تھا۔

بجے کچھ اس طرح دل ہل گئے دسرتھ کے بیٹوں کے[۱۷]

(۲۰)

تو مہراج! اُس سمے ارجن ہوا اس رتھ میں اِستادہ
کہ جس کے چَتر پر ہنومان کا جھنڈا تھا لہراتا
چلانے تیر دشمن پر چڑھانے ہی کو تھا چلّا
کہ جانے کیا خیال آیا وہ یوں ہرِ کرشن سے بولا:

(۲۱-۲۳)

مرے رتھ کو صف آرا لشکروں کے بیچ لے چلیے
کہ میں دیکھوں ذرا اے رہنمائے بے خطا[۱۸] میرے
کہ رن میں کون کون اُترا ہے اب لڑنا ہے کس کس سے
جو آئے ہیں جِلو میں سورما دسرت کے جائے کے

(۲۴)

یہی ٹھہری وہاں اس مردم بیدار[۱۹] کی جب رائے
ہری کرشن اُس رتھوں[۲۰] کے رتھ کو رن کے درمیاں لے آئے

(۲۵)

وہاں دِکھلا کے بھیشم درون اور سب سورماؤں کو
کہا سارے کُرو موجود ہیں، لو[۲۱] پارتھا دیکھو

---

۱۷ یہاں شاید سنجے کے بیان میں ذنقص ہے ورنہ دسرت کو جو اس کا آقا تھا اس طرح دہلانا بڑی جرأت کی بات ہے۔ ۱۸ اچیت دات پُت، = بے خطا

۱۹ اصلاً "گڈُ اک تیا"، نیند پر غالب آنے والا۔ دگڈ اک نیند کے لیے بھی آتا ہے غفلت کے لیے بھی۔ بیدار اس کا عین بدل ہے، ۲۰ "رتھوتم" یعنی اُتم، اعلیٰ، اونچی رتھ۔

۲۱ یعنی پرتھا دشری کرشن کی پھوپھی، کا بیٹا۔ رتھ اردو میں مذکر اور مؤنث دونوں طرح ہے۔

(۲۶)

تو ارجن نے دو جانب اپنے فوج اقربا دیکھی
وہاں تھے باپ دادا بھی گرو بھی، عم بھی بھائی بھی
وہاں بیٹے بھی تھے، پوتے بھی تھے اور ساتھ کے کھیلے
خسر بھی، خیر خواہ و جاں نثار و دوست، سب اپنے

(۲۷)

یہ چہرے جب نظر آئے تو جی بھر آیا ارجن کا
سبھی اس کے شناسا تھے سبھی سے اس کا ناتا تھا

(۲۸)

کہا اپنے جو اپنوں سے تلے ہیں لڑنے مرنے پر
مرا دل کانپتا ہے، خشک ہیں لب، کیا کروں گردھر

(۲۹)

لرزتا ہوں کھڑے ہیں رونگٹے، پیشانی جلتی ہے
کماں بھی کپکپاتے ہاتھ سے میرے نکلتی ہے

(۳۰)

کھڑا رہنا بھی مشکل ہے مرا اب، سر میں چکّر ہے
نتیجہ جو نظر آتا ہے کیشو[۲۱]! وہ فقط شر ہے

(۳۱)

بھلا کیوں کر میں اپنوں کو مٹا کر سرخ رُو ہوں گا
ملے گو فتح سے دنیا کی دولت میں نہیں لوں گا

(۳۲-۳۷)

بھلا گووند کیا رکھا ہے ملک و مال و دولت میں
یہ ہوتی جن کی خاطر سے، کھڑے ہیں دو طرف دیکھیں!

۲۱؎ کیش نامی راکھشس کو مارنے والے، کرشن کا لقب۔

گرو بابا، چچا، پردادا، ماموں، سسرے، بہنوئی
بھتیجے، پوتے، کُل ناتی، نہیں ہے غیر کوئی بھی

(۳۸-۳۹)

یہ مانا لوبھ کے مارے ہیں سفّاکی پہ یہ مائل
نہ ہوں یہ حفظِ جانِ دوستاں کے، ہم تو ہیں قائل

(۴۰)

مِٹے کُنبے تو مِٹ جائے گا قصہ ریت رسموں کا
ہے مُشکل اگلی نسلوں سے نبھانا دھرم کرم اپنا

(۴۱)

اگر کُنبہ اُدھرمی ہو تو بگڑیں بیویاں، بہوئیں
اور ایسی بیویاں جَنتی ہیں ناہنجار[۲۲] اولادیں

(۴۲)

بڑھے جب ایسی آبادی تو گھر گھر پھیلے نادانی
نہیں دیتے ہیں بگڑے لوگ پُرکھوں تک کو اَن پانی

(۴۳)

بگڑتا ہے سماجی دھرم، وضع خاندانی بھی
نہیں رہتی روایاتِ مقدس کی نشانی بھی

(۴۴)

سُنا ہے کرشن میں نے اپنے اُستادوں کو فرماتے
مِٹانے والے گھر کی ریت کو ہیں نرک[۲۳] میں جاتے

۲۲؎ اصلاً: "ورَنٹ سنکرہ" کے لفظی معنی رنگ دار اولادیں۔ سوامی پربھو پادا نے لکھا ہے: UNWANTED PROGENY لیکن غالباً مراد داغدار، عیبی سے ہے۔ ۲۳؎ دوزخ۔

(۴۵)

عجب ہے گر ہمیں اُکسائے حسرت شادمانی کی
کہ تہمت سر پہ لیں غارت گری کی، خوں فشانی کی

(۴۶)

گوارا ہے مرا سر کاٹ لیں دسرت کے پوت آکر
میں خم کر لوں گا سر لیکن نہیں کرتے کا وار اُن پر

(۴۷)

بس اتنا کہہ کے ارجن ہاتھ سے تیر و کماں رکھ کر
کھڑے سے ہو گیا بیٹھا کچھ ایسا بوجھ تھا دل پر

بابِ دوم

گیتا کے مطالب کا خلاصہ

(۱)

جب اُس کو اس قدر غمگین و دل برداشتہ دیکھا
تو ارجن سے مدھوسودن[1] نے یوں ارشاد فرمایا:

(۲)

کثافت کیا ہے یہ دل پر ترے ارجن میں حیراں ہوں
کہ ننگِ آریہ بن کر ہے رن میں گریہ ساماں یوں

وغا کے وقت پر جی چھوڑنا اچھا نہیں ہوتا
میسر اِس روش سے رتبۂ اعلیٰ نہیں ہوتا[2]

(۳)

یہ نامردی تجھے پھبتی نہیں، اے جائے پرتھا کے
کہاں کی بزدلی اُٹھ بیٹھ، میداں مارنے والے

(۴)

کہا ارجن نے اے مادھو چلاؤں تیر میں کیوں کر
جواباً بھی بھلا بھیشم دُرون اور سب بزرگوں پر

---

[1] مدھو نامی بشر کے مارنے والے، کرشن کا لقب [2] روحانی مرتبے سے مراد ہے۔ اَنشوریگیم

(۵)

بہاؤں اپنے ہی ہاتھوں سے کیا اپنے بڑوں کا خوں
کہیں بہتر ہے اس سے میں بھکاری بن کے ہی جی لوں

ہَوَس میں مُبتلا ہیں یہ مگر میرے گرو تو ہیں
ہوں جس پہ رخوں کے دھبے ایسی دولت کیا کروں گا میں

(۶)

سمجھ میں کچھ نہیں آتا بھلا کیا ہے، بُرا کیا ہے
جھکانا اُن کو اچھا ہے کہ جُھک جانا ہی اچھا ہے
کھڑے ہیں دیکھیے دسرت کے بیٹے جانے کیا ہوگا
میں ان کو مار بھی ڈالوں تو جینا ناروا ہوگا

(۷)

بڑی اُلجھن میں ہوں میں، ہاتھ پاؤں ہیں مرے پھولے
کروں میں فیصلہ کوئی، نہیں ممکن یہ اَب مجھ سے
بتائیں آپ ہی مجھ کو کہ اب کیا فرض ہے میرا
مرے تو آپ ہی رہبر ہیں، میں ہوں آپ کا چیلا

(۸)

میں کیسے ٹالوں اس غم کو جو میرے دل پہ طاری ہے
یہ کُل سنسار کے راج اور دھن دولت پہ بھاری ہے

(۹)

نہیں لڑنے کا میں گووند بس مجھ پر دیا کیجے
یہ کہہ کر ہوگیا خاموش ارجن سر کو نہوڑائے

(۱۰)

شری کرشن اس سمے دونوں دلوں پر اک نظر کر کے
ذرا کچھ مُسکرائے اور ارجن سے یوں بولے

(۱۱)

بڑی بیدار مغزی کی ہیں باتیں تم نے جو کی ہیں
مگر اس رنج بے ہنگام کا حامی نہیں ہوں میں
جو عاقل ہیں کسی کے مرنے جینے پر نہیں کُڑھتے
ہے کچھ مرنا نہ کچھ جینا، نظر کے ہیں یہ سب دھوکے

(۱۲)

نہ تھا کوئی سمے جب میں نہ تھا یا تم نہ تھے پیدا
نہ ہم پر نیستی کا کال آیا ہے نہ آئے گا

(۱۳)

اسی اک جسم میں جب جاں بدلتی ہے نیا چولا
وہی بالک، وہی گبرو جواں اور پھر وہی بُوڑھا
تو مرنے پر بھی پائے گی نیا جسم اس میں حیرت کیا
جو حق آگاہ ہے ہرگز وہ اس میں شک نہیں کرتا

(۱۴)

ہیں سُکھ دُکھ آنی جانی شے کہ جیسے گرمی اور جاڑا
جنھیں محسوس بھی کرنا، جنھیں برداشت بھی کرنا
تو سہ لو تم بھی جو کچھ پیش آئے جی کڑا کر کے
کہ تم کُنتی کے جائے ہو، بھرت کے سُورما بیٹے[۳]

۳۔ راجہ بھرت کورُد اور پانڈو دونوں کے جدّ اعلیٰ کا نام۔ ارجن کے ماں اور باپ دونوں طرف کے نسب کے ذکر سے غیرت کو اکسایا ہے کہ جنگ کرنا راجپوت کا دھرم ہے۔ اور دھرم کے پالن ہی میں نجات ہے۔

(۱۵)

جو دُکھ سُکھ میں رہے ثابت قدم وہ سب سے اُچھا ہے
اسی کے نام سے مُکتی، اسی کا بول بالا ہے

(۱۶)

نہ ہوگی نیست کو ہستی، نہ ہوگا ہست کو مرنا
یہی تقدیر ہے ان کی، یہی ایماں ہے عاقل کا

(۱۷)

جو ہے اس جسم میں ساری فنا کا ڈر نہیں اس کو
بقا اس کا مقدر ہے، اسے مانو، اسے سمجھو

(۱۸)

یہ جو اجساد فانی ہیں نفوسِ جاودانی ہیں
سدا موجود و لا محدود ہستی کی نشانی ہیں
یہ اَرواحِ مجسّم ہیں فنا سے ماورا سُن لو
تو کیا باک ان سے لڑنے میں بھرت کے نام لیوا کو؟

(۱۹)

کسی نے مارا اور کوئی مرا، جو یہ سمجھتا ہے
وہ ناداں ہے، نہ کوئی مارتا ہے اور نہ مرتا ہے

(۲۰)

نہیں ہے رُوح کو جنم اور مرن، جو ہے رہے گا وہ
بظاہر قتل ہو جائے مگر پھر بھی جیے گا وہ

(۲۱)

جو کوئی رُوح کو بے جنم اور بے اُنت مانے گا
وہ مارے گا تو کس کو پارتھا، کون اس کو مارے گا

(۲۲)

جہاں میں جس طرح سے لوگ پوشاکیں بدلتے ہیں
پُرانا جسم تج کر یونہی جسمِ نَو میں ڈھلتے ہیں

(۲۳)

کسی ہتھیار سے بھی رُوح زخمی ہو نہیں سکتی
اِسے پھُونکیں، ڈبوئیں آگ پانی میں نہیں سکتی

(۲۴)

نہیں ممکن شکستہ ہو، گھُلے، سُوکھے، سمٹ جائے
ابد کا سلسلہ ہے یہ، نہیں ممکن کہ کٹ جائے

(۲۵)

نہیں ہیئت کوئی اس کی، بدلتی ہے، نہ مٹتی ہے
تو پھر اک جسم کے پیچھے یہ ماتم کیا ضروری ہے

(۲۶)

گُماں ہے گر تمھیں ہے رُوح مرتی اور جنم لیتی
تو اے بلوان کُڑھنا تو رَوا تم کو نہیں پھر بھی

(۲۷)

جو جیتا ہے مرے گا، جو مرا پھر اس کو جینا ہے
تو اپنے فرض سے مُنہ موڑنے کا پھر سبب کیا ہے

(۲۸)

ہے ہر فرد اک وجودِ بے نمُود آغازِ ہستی میں

جسے ملتی ہے ہیئت صرف دورِ درمیانی میں
پھر اس کے بعد آجاتا ہے واپس اصلی حالت پر
یہ صورت ہے تو اس سے مَیل کیوں آئے ترے دل پر

(۲۹)

حقیقت رُوح کی سچ ہے بظاہر اک مُعمّا ہے
ذرا دُشوار بیشک کنہ تک اس کی پہنچنا ہے
کوئی حیرت سے کہتا ہے، کوئی حیرت سے سُنتا ہے
جو سُن لیتا ہے وہ بھی کچھ اچنبھے ہی میں رہتا ہے

(۳۰)

مگر جو جسم میں بستا ہے، کُشتہ ہو نہیں سکتا
مناؤ سوگ کیوں تم بھارتا پھر مرنے والے کا

(۳۱)

بھرت کا ہے لہو تم میں تمھارا کام ہے لڑنا
لڑے وہ دھرم کی خاطر یہی ہے فرض کھتری کا

(۳۲)

ملے کھتری کو یہ موقع تو جُھومے اپنی قسمت پر
یہ گویا خود بخود کُھلتا ہے دوارا سورگ کا اس پر

۳۳

اگر تم جی چُراؤ گے تو بدنامی اُٹھاؤ گے
کرو گے دھرم کا پاپ اور عزت بھی گنواؤ گے

(۳۴)

تقاضا دھرم کا ہے یہ، اگر تم اس سے چُوکو گے
کماؤ گے فقط پاپ اور سب عزت گنواؤ گے

(۳۵)

بھری دُنیا میں پھیلے گی کتھا مُنہ موڑ جانے کی
نجیبوں کی نظر میں مَوت سے بَدتر ہے رُسوائی

جو نامی سُورما ہیں سب فراری تم کو جانیں گے
جو دَم اب تک تمھاری حوصلہ مَندی کا بھرتے تھے

(۳۶)

نہ پوچھو دُشمنوں کی وہ تو پھر بغلیں بجائیں گے
بڑے دشنام پاؤ گے بڑی باتیں بنائیں گے

(۳۷)

سُنو کُنتی کے لال اب سامنے بس ایک صورت ہے
مَرے تو سورگ ہے، جیتے تو دُنیا کی حکومت ہے

(۳۸)

لڑو لڑنے کی خاطر دُور کر دو وَسوَسے دل کے
نبھاؤ دھرم اپنا اور ٹالو پاپ کو سَر سے

(۳۹)

کہا اب تک جو میں نے سانکھیا[۱] کی رُو سے برحق تھا
سُنو اب یوگ بُدھ کی بات جو ہے دانشِ اعلیٰ

ع۱ "سانکھیا"، ہندو فلسفے کی ایک اصطلاح ہے جس کی نسبت کپل دیو کی "شری بدھاگوتم"، سے کی جاتی ہے ۔کپل کو شری کرشن کا اوتار کہا جاتا ہے ۔سانکھیا کے لغوی معنی اعداد، شمار، حساب، تجزیہ، ریاضی وغیرہ ۔ ہندو فلسفے کی رو سے مراد مادّی زندگی جو حواس کی تسکین چاہتی ہے جو وجودِ اعلیٰ نے اس کو بخشے ہیں ۔اس سے اعلیٰ تر درجہ یوگ بدھ کا ہے جو ہر لذّت اور تسکین سے بے نیاز ہو کر روحانی ترقی کے لیے ہمہ تن کوشاں ہونے اور حقیقتِ اصلی سے لو لگانے کا نام ہے جو کرشن کی ذات مجسّم ہو کر آئی ۔ش۔ح

بہت اونچا ہے ارجن سانکھیا سے مرتبہ اس کا
رہائی یوگ بُدھ ہی کرم بندھن سے ہے دِلواتا

(۴۰)

نہیں اس راہ میں بیم زیاں، خوفِ ضرر اصلا
نجات ادنیٰ عمل بھی ہے بڑے خطروں سے دِلواتا

(۴۱)

پکڑ کر مقصدِ اعلیٰ کو ہو گی آتما یک سُو
مگر خیرہ خیالی اس کو بھٹکائے گی کُو دَر کُو

لگالیں لَو جو اِک جانب وہ پھر بھٹکا نہیں کرتے
کچھ ایسے ہیں کُرو[۱] نندن جو رہتے ہیں پریشاں سے

(۴۳-۴۲)

یہ سب ویدوں کے ان رنگین شبدوں کے ہیں شیدائی
جہاں ہے کرم کے خوش ذائقہ پھل کی خبر آئی
جہاں پر سورگ کے آرام و راحت کی بشارت ہے
بس اتنی فکر ہے ان کی، بس اتنی ان کی ہمت ہے

(۴۴)

وہ کیا جانیں جنھیں مطلب فقط آرام جاں سے ہے
کہ کیا ہے یوگ بُدھ اور نفس بے وسواس[۲] ہے کیا شے

ع۱ کرو کے خاندان کا چشم و چراغ

ع۲ اصل لفظ ویوسیا تمِکا (व्यवसायात्मिका) ہے۔ آتما تو روح یا نفس ہے۔ ویوسایہ

(بقیہ اگلے صفحے پر)

(۴۵)

جہانِ مادّی کی اصطلاحوں پر نہ جا ارجن
کہ جو بُرتی ہیں ویدوں نے فریب ان سے نہ کھا ارجن

(۴۶)

جہانِ مادّی ہی سے فقط دنیا کو ہے رُغبت
نہ اس سے میل رکھ، ہے اس سے بالاتر تری ہمّت

(۴۷)

کنوئیں سے لو کہ دریا سے وہی ایک چیز ہے پانی
جو ہو کُل وید پر حاوی، وہی ہوگا مہا گیانی

(بقیہ) کے معنی پختہ خیالی، عزم راسخ۔ مونیر ولیمز نے SETTLED DETERMINATION لکھا ہے۔
بھگوت گیتا کے شارح اس سے ذات حقیقی کے ساتھ لو لگانا یا اس کا شعور حاصل کرنے کے لیے متسعد اور اس میں مستغرق ہو جانا مراد لیتے ہیں۔ سوامی پربھو پادا نے اسے کرشن جی کی ذات کا شعور KRISHN CONSCIOUSNESS کہا ہے (BHAGWAD GITA - AS IT IS - P.126)

تصوف میں یہ غالباً فنا فی الذات اور ترک دنیا و عقبیٰ کا مرتبہ ہے (ترک مولا سے دور کہ روح کو تمامتر مولا کی طرف راغب کیا جا رہا ہے۔ ترکِ ترک کی منزل نیستی کامل کی منزل ہے اور اس تخیل پر بدھ مت کا اثر نظر آتا ہے جہاں نیستی کامل ہی مقصود اصلی ہے۔ "ترک مولا" میں بھی بُدھ نظریہ کا پرتو محسوس ہوتا ہے جس میں خدا کا کوئی تصور نہیں۔ ش ح

لہ سنسکرت کی عبارت میں تالیف، تصریف، ترکیب تینوں سے کام لے کر انتہائی اختصار برتا جاتا ہے۔ اس لیے لفظی ترجمہ محال ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ پانی کنوئیں کی محدود وسائط سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے دریا سے بھی۔ جو لذات کے دلدادہ ہیں وہ وید کے ان منتفرق ٹکڑوں سے سروکار رکھتے ہیں جہاں حیات کے دلنشیں نقشے کھینچے گئے ہیں۔ لیکن پورے ویدوں پر نظر کریں تو ان میں یہ بھی ہے اور کچھ اس سے زیادہ بھی شارح کہتے ہیں کہ یہاں ویدوں کے ساتھ اپنشدوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو ویدک ادب کا لازمی حصے اور ان کی تفسیر ہیں۔

(۴۸)

عمل پر تم کو قدرت ہے مگر ہرگز نہ یہ سمجھو
کہ تم خالق ہو اس کے پھل کے۔ لیکن بے عمل مت ہو

(۴۹)

رہو گرم عمل ارجن کرو جو کام کرنا ہے
اسی سرگرمی و جہد و عمل کا نام یوگا ہے

(۵۰)

عمل کیجو مگر پھل کی نہ کیجو اے غنی پروا
وہ مردم شوم ہے گویا جسے ہو نفع کا سودا

(۵۱)

وہ مردِ برگزیدہ جو عمل کے پھل سے بے پروا
ہو ذاتِ حق کا جویا، رستگاری ہے وہی پاتا

(۵۲)

نکل آئے گھنے جنگل سے جو خام آرزؤں کے
وہ بے حس ہو گا اُس سے جو کہا، یا جو سُنا جائے[1]

(۵۳)

اثر لو گے نہ جب تم وید کے رنگین شبدوں کا[2]
رکھو گے دھیان بس اس کا، تو جانو ہے یہی یوگا

---

[1] "جو کیا یا جو سنا جائے" سے شارح مذہبی رسوم و روایات مراد لیتے ہیں۔ مراد یہ کہ حق سے لو لگائی جائے تو پھر عبادات اور رسوم بجالانے کی ضرورت نہیں رہتی (سوامی پربھو پادا)

[2] عبادات کی خوش آئند جزا کا دھیان اور اس پر ریجھنا جس کی بشارت عیش و آرام کی صورت میں دی گئی ہے۔

(۵۴)

کہا ارجن نے کیشو! کیا ہے پہچان ایسے گیانی کی
خبر دیجے کچھ اس کی چال ڈھال اور اس کی بانی کی

(۵۵)

کہا بھگوان نے کہتے ہیں پرجن ایسے عارف کو
جو بالا ہر طرح کی خواہشوں اور حسرتوں سے ہو

(۵۶)

نہ ہو وہ رنج سے ناخوش، نہ ہو راحت سے وہ شاداں
لگاؤ ہو نہ لاگ اس کو، نہ فکرِ ایں نہ بیمِ آں
مکدّر ہو مصیبت سے نہ پھولے شادمانی سے
نہ خائف ہو نہ برہم ہو۔ اُسے سچّا مُنی کہیے

(۵۷)

ہر اچھائی بُرائی سے ہوا بیگانہ جس کا مَن
طلب کوئی نہ حسرت یا حسد۔ بس ہے وہی پرجن[1]

(۵۸)

چھپا لیتا ہے کچھوا اپنے اعضا خول میں جیسے
وہ پختہ ہے جو خود کو قطع محسوسات[2] سے کرلے

(۵۹)

یہ مشقِ ترکِ احساس اس کی حس کو گم نہیں کرتی
جو عادی ہو گی رفتہ رفتہ خود لذاتِ اعلیٰ کی

(۶۰)

ہیں لذّات ایسی ظالم یہ بہا لے جاتی ہیں اکثر
کوئی چاہے تلا ہو ان کو اپنے بس میں کرنے پر

---

[1] برگزیدہ آدمی [2] اندری جو اس کے لیے عام لفظ ہے اندریارتھ" محسوسات یا مادّی لذات جن کے
حواس طالب ہوتے ہیں۔

(۶۱)

جو رکھے ان کو قابو میں جما دے مجھ پہ جو نظریں
وہی ہے عاقل و دانا، نہیں ہے کوئی شک اس میں

(۶۲)

لگا لو لذتوں سے تو چڑھ جاتی ہیں یہ سر پر
اور ان سے پھر جنم لیتی ہے حرص اور اس سے غیظ و شر

(۶۳)

اُٹھے گی غیظ سے خیرہ سری اور ذہنی ماؤفی
وہیں سے آتما پستی کی جانب لوٹ جائے گی

(۶۴)

جو ہر لاگ اور لگاؤ کو جھٹک دے اپنے دامن سے
رہے آزاد اور محسوسات کی دنیا کے بندھن سے
مقرر ضابطے[۲] سے جو بھی پکڑے راہ بہبودی
اسی پر رحمتیں ہوں گی وہی پائے گا خوشنودی[۳]

(۶۵)

رضائے رب کو پا کر وہ دُکھوں سے پاک بھی ہوگا
بہت جلد اس کو حاصل گیان اور ادراک بھی ہوگا

(۶۶)

نہ سیکھی اس نے یہ حکمت تو جینا رائیگاں ہوگا
نہ یکسوئی ہوئی حاصل تو پھر سُکھ بھی کہاں ہوگا

ع۱ ”سمتوہ، دھرماہ، بُدھی ناش“ یہ الفاظ ان تین الفاظ کا خلاصہ ہیں۔ ع۲ یوگا کے ضابطے سے مراد ہے مگر متن میں یوگا کا لفظ نہیں آیا ع۳ پرساد برکت یا رحمت۔ سوامی پربھو پادا نے "MERCY OF THE LORD" لکھا ہے۔

(۶۷)

کوئی سی ایک اِندری بھی پھرا سکتی ہے بدّھی کو
کہ جیسے باد کا جھکڑ اُڑا لے جائے کشتی کو

(۶۸)

تو حاوی اندریوں پر جو بھی ہو، اے صاحبِ لشکر!
اسی کو استقامت ہوگی حاصل گیان کے پتھ پر

(۶۹)

جو عالم کی ہے شب وہ اُس[۱] کی بیداری کا عالم ہے
جو بیداری ہے وہ اس کی دروں بینی کا عالم ہے

(۷۰)

ہَوس کے ریلے گو آئیں، گریں ساگر میں جوں دریا
مگر وہ شانت رہتا ہے نہیں ہوتی اُسے چِنتا

(۷۱)

مٹا کر ایک اِک خواہش کو جو ہو کُل سے بے پروا
اسی بے نفس نے پایا ہے نفسِ مُطمئن[۲] گویا

(۷۲)

جو یوں ہو جائے یکسو پھر وہ خیرہ سر نہیں ہوتا
دمِ آخر مقامِ فضل[۳] پر فائز وہی ہوگا

ع ۱ "اس" کی جگہ اصل میں "سم می" ہے جسے فارغ البال کہہ سکتے ہیں۔ یہاں "ترک" انتہا پر ہے لیکن بعض باتیں اقبال کے مردِ مومن سے ملتی ہیں جس میں ایک عنصر رہبانیت کا بھی ہے۔ شب بیداری، دروں بینی یا مراقبہ (جس کے اصلی معنی چوکسی یا "احتیاط" کے ہیں، اور یہ بھی ایک صوفیانہ اصطلاح ہے) بھگوت گیتا دراصل ہندی تصوف ہی کی کتاب ہے، اور یہاں مجاہدہ نفس کے ساتھ تو ہے ہی۔ میدانی مجادلہ یا وغا بھی وقت پڑنے پر لازم آتی ہے جیسے ابتک کے مردِ مومن پر۔ اور ایمان کی شرط بھی موجود ہے یا خالق کائنات پر جس کے وہ اوتار ہیں ایمان ہونا۔ ع۲ "برہما نِروانم" برہما کی عطا کردہ نجات یا آسودگی۔ ع۳ برہمانند

باب (۳)

کرم یوگ

(۱)

کہا ارجن نے کیشو! گیانؔ کی جب اس قدر پت ہے
تو مجھ کو جنگ میں کیوں خوں فشانی کی ہدایت ہے

(۲)

مرا مَن اس دو رنگی بات سے مالک! ہے چکراتا
مجھے سمجھائیں کیا اچھا ہے میرے واسطے اور کیا نہیں اچھا

(۳)

کہا بھگون نے اے صالح جواں، جیسے کہا میں نے
جہاں میں گیان یوگ اور کرم یوگ اُسوے ہیں دو سیدھے

(۴)

نہ پائے گا کوئی منزل فقط سنیاس ہی لے کر
نہ ہوگا دھرم ہی پختہ فقط بن باس ہی لے کر

(۵)

نہ ہو جامد کوئی پل بھر، عمل فطرت کا منشا ہے
عمل، توفیق جس کی اور موقع اُس نے پایا ہے

ع۱ اصل املا: ئینان عام تلفظ: گیان۔

(۶)

اگر وقتِ ریاضت من ہو مایا کی طرف بھٹکا
تو یہ کیا ہے، بناوٹ اور فریبِ نفس ہے گویا

(۷)

جو ہر ترغیب سے بچ کر رکھے قابو حواسوں[۲] پر
پھلے گا کرم یوگ اُس کا، وہی ہے افضل و برتر

(۸)

بجا لاؤ وہ تن من سے فرائض تم پہ ہیں جو بھی
نہیں آتی ہے ہرگز راس جسم و جاں کو بے کاری

(۹)

کرو وہ کام حاصل جس سے ہو وشنو کی خوشنودی
بکھیڑوں سے زمانے کے نہ حاصل ہو گی بہبودی

۱۰

ازل میں خالقِ عالم نے بھیجا نوعِ انساں کو
ہدایت دے کے قربانی[۳] کی، اور بولا پھلو پھولو
تمھیں قربانیاں ہوں وجہِ برکت، وجہِ خوش حالی
یہی ہوں گی نجات و عافیت کی بخشنے والی

(۱۱)

کرو گے خوش تم اُن کو خوش کریں گے دیوتا تم کو
بڑھے گی شادمانی، خیر و برکت، جس قدر چاہو

ع۲ میرے گمان میں اردو حاسوں کی جگہ حواسوں ہی کو فصیح مانتی ہے۔

ع۳ اصلاً: ''قربانیاں دے کر بھیجا''۔ شارح لکھتے ہیں کہ وشنو کے لیے قربانیاں کرنے کا فرض عائد کر کے بھیجا۔ یجنہ کے معنی قربانی اور یہ وشنو کا لقب بھی ہے (کرشن وشنو کے اوتار تھے) کرشن بھگتی سے تعلق رکھنے والوں کا عقیدہ ہے کہ ہر قربانی وشنو کے لیے ہوتی ہے، جو رزق رساں ہے۔

(۱۲)

کھُلے گا تم پہ دروازہ متاعِ و مالِ دنیا کا
مگر جو دیں نہ قربانی خدا کے چور ہیں گویا

(۱۳)

جو کھاؤ دے کے قربانی وہ بھوجن پاک ہوتا ہے
جو ہو اپنے مزے کے واسطے وہ خاک ہوتا ہے

(۱۴)

بدن پلتے ہیں غلّے پر، اُپجتا ہے جو بارش سے
ہے بارش دین یگیوں کی، تو یگیہ کیجیے پہلے

(۱۵)

عمل کا ضابطہ ہے خاص تعلقِ برہم سے، سمجھو
تو یگیہ نافذ و جاری ہے، ہنت جگ ہیں، اسے مانو

(۱۶)

جو توڑے ان حدوں کو پار تھا! ہے نفس کا بندہ
مبارک زندگی اس کی رہے جو ان سے وابستہ

(۱۷)

مگن رُوحانیت میں جو ہو بے نفسی کو اپنا کر
فرائض سے بری ہے وہ کوئی بندش نہیں اس پر

(۱۸)

رسوم اس پر نہیں لازم ادا ہوں، ترک ہوں چاہے
نہ حاجت ہے کہ وہ جا کر کسی کا آسرا پکڑے

۱؎ قربانیاں۔

(۱۹)

وہ ہوکر بے نیاز اپنے عمل کے اُجر سے یکسر
کرے گا گر ریاضت تو رہے گا افضل و برتر

(۲۰)

جنک جیسے کئی روشن ضمیر ان سب شعائر کو
نبھاتے تھے کہ ترغیب اس کی اُن کے پیروؤں کو ہو

(۲۱)

کریں جو کچھ خواص اس پر عمل، عامی بھی کرتے ہیں
قدم لوگ اپنے رہبر ہی کے نقشِ پا پہ دھرتے ہیں

(۲۲)

نہیں عائد جہاں[۵] میں فرض کوئی پارتھا مجھ پر
مگر میں پھر بھی ہوں محوِ عمل، فارغ نہیں دم بھر[۶]

(۲۳)

بھلا میں ہی رہوں خالی تو پھر دنیا میں کیوں کچھ ہو
عمل کا تو نمونہ بن کے دکھلانا ہے خود مجھ کو

(۲۴)

کروں ترکِ عمل گر میں تو دنیا ہو تہ و بالا
جہاں میں دوغلی[۷] اولاد پھیلے، خوار ہو پرجا

ع۵ اصلاً: ترخلوک (ترلوک)، یعنی تینوں عالم: عالمِ بالا، دنیا اور پاتال۔
ع۶ قرآن مجید میں ہے کُلَّ یومٍ ھُوَ فی شان (سورۂ رحمٰن) وہ ہر روز مصروفِ عمل ہے۔
ع۷ اصلاً: سنکر، دو مختلف جاتیوں کے ماں باپ کی اولاد

(۲۵)

بجالاتی ہے خلقت اپنے فرض انعام کی خاطر
مگر کرتے ہیں عارف کام اپنے کام کی خاطر

(۲۶)

نبھائیں دُھرم کرم اپنے عمل پر بھی نظر رکھّیں
جو ہیں وِدوان نادانوں کو سیدھی راہ پر رکھّیں

۲۷

بہت کام آپ ہی بن جاتے ہیں قانونِ قدرت سے
اَنا ناداں کو بہکاتی ہے، گویا یہ کیے اُس نے

(۲۸)

جو ہے حق آشنا وہ جانتا ہے لے مُہا[۸] باہو!
نہیں ہوتا ہے کارِ خیر، اُجرِ خیر پانے کو

(۲۹)

کوئی لالچ کی خاطر دھرم کرم اپنا نبھاتا ہے
تو دانا اس کو رہنے دے اسی دُھن میں یہ اچھّا ہے

(۳۰)

اب ارجن مجھ سے ناتا جوڑ کر اور بھُول کر ہر شے
اَنا اور اُجر کو تج کے، تمھیں بس جنگ کرنی ہے

(۳۱)

جو میری دی ہوئی حکمت کو سینے سے لگاتے ہیں
ہمیشہ کو رہائی کرم بندھن سے وہ پاتے ہیں

۸ء لمبے بازوں والا، بہادر۔

(۳۲)

ہدایت سے جو رُوگرداں رہیں میری وہ ناداں ہیں
یہ گمراہی، یہ ہٹ، سمجھو بد انجامی کے ساماں ہیں

۳۳

طبیعت پر چلا کرتے ہیں اپنی عارف و عاقل
طبیعت کو دَبانے سے بھلا کیا ہو سکے حاصل[9]

(۳۴)

ہے فطری عالمِ اشیا سے ربطِ واجبی رکھنا
مگر یہ حِس پرستی بن نہ جائے راہ کا روڑا

(۳۵)

نبھائے فرض اپنا تا بمقدور آدمی پہلے
نہ دکھلائے کمال اُن میں فرائض ہیں جو اوروں کے

(۳۶)

کہا ارجن نے کیوں کرتا ہے پاپ اے وار شنے کوئی[10]
بنا اِچھا بھی، جیسے کھینچتا ہو اُس طرف کوئی

(۳۷)

کہا بھگوان نے ہے یہ "کام" کی سب کار فرمائی
ہَوس جو آگ بن جاتی ہے، بَیری نوعِ انساں کی[11]

ع۹ یہ لفظی ترجمہ ہے جو شاید گنجلک معلوم ہو، مگر شارح اس کی کوئی تسلی بخش تشریح نہیں کر سکے۔

ع۱۰ ارجن نے کرشن کو وارشنے کہہ کر مخاطب کیا ہے، یعنی وشنو کے اوتار ع۱۱ اصلاً "کام کرودھ" میں ڈھل جاتا ہے جو غارت گر دشمن ہے" کرودھ = غیظ، غصہ۔

(۳۸)

ہوا گنی پر دُھواں، شیشے پہ گرد اور حمل پر جھلّی
یونہی اُس کی تہیں بھی فہم انسانی پہ ہیں چڑھتی

(۳۹)

تو یونہی "کام" ازل سے نورِ عرفاں کا ہے جو بیری
لپٹ جاتا ہے اور بڑھتی ہی جاتی ہے طلب اُس کی

۴۰

حواس و ذہن و دل سب ہیں گڑھ و دیتا ہے یہ پنجے
اور ان میں گھس کے پڑ جاتا ہے "دھرم" اور گیان کے پیچھے

(۴۱)

تو ارجن تم کہ چیدہ گُل بھرت کے گلستاں کے ہو
اس آفت کی نشانی کو پنپنے کا نہ موقع دو

(۴۲)

حواس افضل عناصر سے ہیں، ان سے عقل ہے برتر
اور اس سے آتما فائق جو ہے تکوین کا جوہر

(۴۳)

تو کم تر کو کرو تم زیر برتر سے، مہا باہو ! [۱۲]
جو ہے یہ دُشٹ دشمن کام رُوپ اس پر وِجے پاؤ

ع [۱۲] مہا باہو (درمجوں بروزن چاہو) اِدیجی؛ ہتھیاروں سے لیس بطور کنایہ ان اشلوکوں سے بین السطور یہ بھی ترشح ہوتا ہے کہ کام مادّی دنیا کے ساتھ میل سے لاحق ہوتا ہے جسے صوفیا گردِ علائق کہتے ہیں۔

باب (۴)

نُورِ عرفان

(۱)

شری بھگوان ہیں فرماتے :
کہ میں نے نورِ عرفاں پہلے بخشا تھا وِوَستہ[1] شاہ خاور کو
یہ پہنچا اُس کے ہاتھوں سے منو[2] کو، نوعِ انسانی کے بابا کو
اِکشواکو[3] نے لیا اُس سے

(۲)

چلا یہ علم یونہی واسطہ در واسطہ بارے
کہیں ٹوٹی کڑی اور گُم ہوا یہ دستِ انساں سے

(۳)

تمھیں اب دے رہا ہوں نورِ عرفاں میں نئے سر سے
سنبھالو گے اسے تم بھگت ہو اور میت بھی میرے

۴

کہا ارجن نے لیکن آپ تو سورج سے ہوں گے عمر میں چھوٹے
تو پھر یہ علم اس کو آپ سے پہلے پہل پہنچا بھلا کیسے؟

ع۱ وِوَستہ : سوریہ راجہ، شمس۔ ع۲ منو کا نام برہم کے چودہ بیٹوں کو دیا جاتا ہے جن سے ایک روایت کے مطابق نسل انسانی چلی۔ یہاں مراد وِوَسوت سے ہے جنھیں انسان اوّل مانا جاتا ہے۔
ع۳ اِکشواکو منو کے بیٹے جو ایودھیا کے راجہ تھے۔

(۵)

کہا بھگوان نے میں اور تم بہت جنموں سے ہیں گزرے
تمہیں بھولے، مگر شہزور! سب وہ چت میں ہیں میرے

(۶)

اجایا ہوں، نہیں مٹتی ہے ہرگز آتما میری
پلٹ آتا ہوں میں لے کر وہی پیکر جو تھا اصلی[۴]

(۷)

جہاں میں دھرم جب بگڑے، اَسَت کا جب بھی ہو غلبہ
تو آتا ہوں میں ارجن! بول کرنے دھرم کا بالا

(۸)

چلا آتا ہوں میں بھکتوں کو ہر یُگ، آسرا دینے
بڑھانے دھرم کی شکتی، شریروں کو سزا دینے

(۹)

اُلُوہی جنم اور کرموں کا میرے جس کو عرفاں ہو
بغیر آواگمن کے پائے گا میری رفاقت کو

(۱۰)

نکل کر بندھنو بھرم[۵] اور بھے سے کتنے ہی بندے
بنے ہیں باصفا اور باشرف مت بھاؤ[۶] سے میرے

ع۴ دوسری سب مخلوق جون بدل کر آتی ہے۔ میں ایک ہی رُوپ میں رہتا ہوں۔

ع۵ اصلاً "کرودھ" ہے = غصہ، مراد میرے خیال میں انا یا بھرم۔ سے ہے بھے = خوف۔

ع۶ "مت بھاؤ" = لو، لگن۔ اصل متن میں یہی لفظ ہے۔

(۱۱)

لگا کے مجھ سے چِپٹ یہ ہو گئے حقدار بخشش کے
یہ ہیں ہر بات میں لے پار تھا ! تابع فقط میرے

(۱۲)

مگر جُویا جہاں کے لوگ ہیں فوری جزاؤں کے
جو مل جاتی ہیں اِن کو اپنے اپنے دیوتاؤں⁷ سے

(۱۳)

گُن اور کرموں کے چاروں وَرن گو میں نے کیے پیدا
مُبّرا کرم سے ہوں میں، مُبدّل ہو نہیں سکتا

(۱۴)

نہ کرموں کا اثر مجھ پر نہ درکار ان کا پھل مجھ کو
وہ خود بھی پھل نہ پائے گا جو گیانی مجھ سے واقف ہو

(۱۵)

یونہی اگلوں نے پائی مخلصی بے لاگ کرموں سے
اسی پر تم رہو عامل جو کرتے آئے ہیں اگلے

(۱۶)

ہے کیا کرم اور اکرم اس میں بہت اُلجھے ہیں لوگ ارجُن
بتاتا ہوں تجھے یہ راز، مُکتی جس سے ہو اب سُن!

۷۔ دیوتا بھی اصل متن کا لفظ ہے ۔ کرشن بھگتی سے تعلق رکھنے والے کرشن کو اِلٰہ الالہ مانتے ہیں ۔ وہی نارائن وہی پرمیشور ہیں : "عظیم دیوتاؤں برہم اور رشِو تک کو کرشن کے مقابل نہیں لایا جاسکتا ۔ یہ اور ان کے پوجنے والے کائنات کے سمندر میں بلبلوں کی طرح ہیں" (بھگتی ویدانتیہ سوامی پربھوپادا صفحہ ۲۳۴)

(۱۷)

عمل کی بات پیچیدہ ہے، اب مجھ کو بتانا ہے
عمل اچھے بُرے کیا اور فقدانِ عمل کیا ہے

(۱۸)

بشر جس کی نظر میں کرم اکرم اور ہو اکرم اِک کرم
عمل میں گرچہ ہو ساعی، مگر ہے فارغ العالم

(۱۹)

ہو جس کا ہر عمل یکسر ہوا و حرص سے خالی
تو اس نے پا لیا حقانیت کا رُتبۂ عالی
اسی کو کہتے ہیں بُدھیمان پنڈت عارف کامل
وہ کر دیتا ہے گیان اگنی میں بھسم اعمال کا حاصل

(۲۰)

گزر کر کرم پھل سے اور مگن اپنی فراغت میں
رہے نت با عمل لیکن نہ ہو گا پھل کی چاہت میں

(۲۱)

جو تج دیتا ہے ہر پُونجی پہ حقِّ ملکیت اپنا
اُقل ہے احتیاج اُس کی، فقط سدِّ رمق گویا

(۲۲)

جو خود مل جائے کافی ہے، لگن بے لوث ہے اُس کی
قدم رہتے ہیں ثابت کامیابی ہو کہ ناکامی

۸ء جسم و جاں کا رشتہ قائم رکھنا، قوت لایموت پر گزارہ۔

(۲۳)

علائق سے جو ہو پاک اور رکھے سُدھ نورِ عرفاں کی
تو اس کی وِدّیا ضم یگیّن کے چِت میں ہے ہو جاتی

(۲۴)

ہَوَن جو نفس کا اپنے کرے گا برہمؔ اُگنی میں
تو ہستی اس کی مل جائے گی جا کر اُس کی ہستی میں

(۲۵)

کوئی کرتا ہے یگیہ دیوتاؤں کے لیے اپنے
کوئی رکھتا ہے مطلب برہمؔ ہی کی ذاتِ برتر سے

(۲۶)

کوئی کرتا ہے شرکت اس عمل میں صرف کانوں سے
چڑھا دیتا ہے گیان اُگنی[9] میں کوئی کُل حواس[8] اپنے

(۲۷)

گزرنا جس کو ضبطِ نفس کے ہو امتحانوں سے
کرے گا یگیّن وہ اپنے حواس اور اپنے پرانوں سے

(۲۸)

طریقے اور بھی ہیں واں تپ، یوگ اور وید اُبھیاس
کہ جن سے لوگ رکھتے ہیں نجاتِ اُخروی کی آس

(۲۹)

برت رکھتے ہیں یوگی اور پرانا یام کرتے ہیں
طریقے آتما سَم[11] یم یہ بھی کام کرتے ہیں

ع۸ ان اشلوکوں میں برھم کوئی حواس سے مبرا ہو کر کرشن کا ذاتِ اصلی کا دھیان کرتا ہے نام آتا ہے۔
معنی لیتے ہیں (پاک ہستی وغیرہ) اور اس کی نسبت وِشنو یا کرشن لیکن کرشن بھگت اس کے عام ہی سے کرتے ہیں۔
ع۹ شارح کہتے ہیں کہ کوئی اپنے کانوں سے کیرتن میں مگن رہتا ہے۔ ع۱۰ حبس دم ع۱۱ ضبط نفس

(٣٠)

بَر بنتے ہیں انھیں جو، پاک ہو جاتا ہے نفس ان کا
طفیلِ یجن امرت، برہمؔ کا ہے قُرب مل جاتا

(٣١)

بغیرِ ایثار و قُربانی یہاں بھی کچھ نہیں ملتا
تو اے فخرِ کُرو! پَرلوک کا تو پُوچھنا ہی کیا

(٣٢)

یہ سب قُربانیاں واجب ہیں احکامِ سماوی سے
جو اس کو جان لے اور مان لے وہ مُکت ہو جائے

(٣٣)

ہر اک سعیِ بشر پر علم کو حاصل فضیلت ہے
کہ آخر غایت الغایات عرفانِ حقیقت ہے

(٣٤)

بہ صورت ہے تو خدمت میں کسی کامل کی حاضر ہو[١٢]
خشوعِ دل سے بُوجھو اُس سے اسرارِ حقیقت کو

(٣٥)

اور اس کے بعد کھُل جائے گا تم پر یہ کہ کیا ہوں میں
ذوی الارواح سب دنیا کے مجھ سے اور میرے ہیں

١٢؎ شیخ سے ارادت کی رضا۔

(۳۶)

تمھیں آلودۂ عصیاں[13] بھی چاہے کہتی ہو دُنیا
کرو گے گیان کی کشتی سے پار آلام کا دریا

(۳۷)

خس و خاشاک جیسے آگ میں ہیں بھسم ہو جاتے
مٹا دیتا ہے یونہی گیان سب آثار کرموں کے

(۳۸)

نہیں ہے برگزیدہ کوئی شے عرفان سے بڑھ کر
جو پالے اس کو کھل جاتے ہیں اس پر ذات کے جوہر

(۳۹)

جو طالب تارکِ لذّات ہو کر گیان کو پالے[14]
ملے گی شانتی اس کو گزر کر سب بکھیڑوں سے

ع۱۳ یہاں فرقۂ ملامتیہ کی طرف خیال جاتا ہے جس کی تاریخ طویل اور تعبیریں مختلف ہیں اور نسبت غالباً نفس لوّامہ سے ہے لیکن نیک اعمال کو چھپانا اور تقوے سے عاری نظر آنا بھی نفس کشی کی ایک صورت بیان کی گئی ہے۔

ع۱۴ اِس باب میں سلوک کی جس منزل کا بیان ہے اسے تصوف کی اصطلاح میں طمسؔ کہتے ہیں: —— "رسوم و عادات ترک کرکے سالک کا صفاتِ حق میں بالکل محو اور بے خود ہو جانا جو مرتبہ سلوک کی انتہا ہے۔" (مصباح التعرّف بہ ذیلِ طمس ص۱۶۶) نیز دیکھیے باب ۳، اشلوک ۱۷، ۱۸۔
[ع: طمس = مٹانا، کھونا، بے نور ہو جانا ۔ س: तमस ظلمت، گرہن (چاند سورج کو راہو کا نگل لینا)

(۴۰)

مگر جو ابلہ و ناداں ہیں رہ جاتے ہیں دُبدھا میں
کہ سُکھ ہے بے یقیں کے واسطے دنیا نہ عقبیٰ میں

(۴۱)

گزر کر کرم پھل سے جو پکڑ لے گیان ہی کا پت
چھُٹے گا کرم کے جھنجھٹ سے وہ راے صاحبِ دولت!

(۴۲)

تو اب اس آزمائش پر
کرو تم دُور دل سے وسوسے، وِشواس کو پکڑو
رہو گیان اور یوگ اور ذات میں ثابت قدم، اُٹھو
لڑو اے بھارتی جم کر

(۱۸)

باب (۵)

کرم یوگ

(۱)

کہا ارجن نے کرشن جی!
عمل سے پہلے تو پرہیز کی تلقین فرمائی
عمل ہی پر پھر اتنا زور بھی ہے، اس کے کیا معنی؟
وضاحت کیجیے سوامی!

(۲)

کہا بھگوان نے سُن کر
کہ دو ہیں کرم یوگ اور کرم سنیاس[۱] اور اسوۂ حسنیٰ
دِلاتے ہیں یہی مکتی کا دونوں رتبۂ اعلیٰ
مگر ہے یوگ اعلیٰ تر

(۳)

جو کرموں کا نہ چاہے پھل، رہے سنیاس پر عامل
دُوئی[۲] کو تج کے با ہو! جلد ہو گا فائزِ منزل

۱ے ترکِ دنیا۔

۲ے یہاں دوئی کا مطلب مقصدِ اصلی سے روگردانی ہے۔

(۴)

جو ناداں ہیں سمجھتے ہیں وہ یوگ اور سانکھیہ کو دو
جُز اپائے گا دونوں کی جو کامل ایک میں بھی ہو

(۵)

نظر میں عاقلوں کی علم کا بھی ہے وہی حاصل
کماتا ہے ریاضت سے جو رُتبہ یوگ کا عامل

(۶)

فقط پرہیزگاری بے صعوبت، بے ریاضت کیا
ہوں گیان اور یوگ یک جا تو ہے جلدی قُربِ حق ملتا

(۷)

کھرا یوگی جو اپنی اِندریوں کو مار رکھتا ہے
اسے سب پیار کرتے ہیں وہ سب سے پیار کرتا ہے

(۸-۹)

سُنے، دیکھے، چھوئے، سُونگھے کہ کھائے یا چلے، سوئے
سمجھتا ہے یہ تتوی یہ عمل اس کے نہیں ہوتے

وہ چاہے سوئے جاگے، سانس لے، جھپکائے پلکیں، لے کہ دے، کچھ ہو
عمل ہے اِندریوں کا، انگ کا، اس سے تعلق کچھ نہیں اس کو

(۱۰)

جو حق کا ہو گیا تج کر سبھی کچھ، ایسے گیانی ہیں
گُناہوں کا اثر کیسا، کنول ہو جیسے پانی میں

(۱۱)

حُواس اور ذہن بس ہوتا ہے اِک جانب ہی یوگی کا
عمل ہر ایک ہوتا ہے پئے تطہیرِ نفس اس کا

(۱۲)

مری ہی سمت چل کر یوگ والے ہیں سکوں پاتے
مجھے کر دیتے ہیں ارپن وہ اپنے کرم پھل سارے
خلاف اس کے جو چلتا ہے ہَوس میں مُبتلا ہو کر
وہ رہ جاتا ہے پستی میں گرفتارِ ہوا ہو کر

(۱۳)

مکیں حسنِ حصیں میں اپنے تنہا، کُل سے بے پروا
مُقفّل اس کے نو در[۳] کر کے ہے یوگی مگن بیٹھا

(۱۴)

وہ عامل ہے نہ بانی ہے، نہ خالق اِک عمل کا بھی
نہ تحریکِ عمل اس کو نہ وہ ترغیب دے اس کی
عمل ہوتے ہیں کچھ خود ہی تقاضے ہیں جو فطرت کے
اگر سرزد ہوں خود سے بھی تو مطلب کچھ نہیں پھل سے

(۱۵)

وبھو[۴] چاہے کسی کے سُو کرم کو اور نہ پاپوں کو
ہَوس چکرا کے رکھ دیتی ہے ناحق بے شعوروں کو

(۱۶)

مگر جب گیان کا سورج اُبھرتا ہے تو خود ہی من
نکلتا ہے اندھیروں سے حقیقت ہوتی ہے روشن

ع۳ اپنشد کی رو سے نو اندریاں یا دو آنکھیں، دو نتھنے، دو کان، ایک منہ، مقعد اور عضو تناسل۔
ع۴ بھگوان

(۱۷)

شعورِ حق، یقینِ حق، ولائے حق، امانِ حق[۵]
مٹا کر وسوسے دل سے بنا دیں گے جہانِ حق

(۱۸)

نظر میں سادھ کی سب خوش نسب اور بے نسب ہیں ایک
برہمن، گائے، ہاتھی، کُتّا، کُتّا خور سب ہیں ایک

(۱۹)

وہ جن کا چِت تحمّل اور یقیں پر آن کر ٹھہرا
تو سمجھو ہو گئے وہ موت سے اور زیست سے بالا

(۲۰)

خوش و ناخوش جو پیش آئے، نہ اُس سے خوش نہ ناخوش وہ
ہوا عرفانِ ذات اس کو تو پہنچا ذاتِ برحق کو

(۲۱)

جو کٹ کر ماسوا سے آتما کے سُکھ کو اپنائے
طفیلِ برہم یوگ آخر نشاطِ سرمدی پائے

(۲۲)

وہ اسبابِ نشاط و رنج سے ہوتا ہے بے پروا
ہیں دونوں عارضی ناستوار اِن کی حقیقت کیا

(۲۳)

وہ جس نے آتما تجنے سے پہلے ہر ہوس تج دی
ہے نفسِ مطمئن وہ، خوب گزری زندگی اس کی

۵ء برہم خود اس کو اپنی امان میں رکھے گا۔ اصلاً تد، وہ، ست اس کا مراد ذاتِ حق، پربھو، پرماتما۔ لفظی ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ شعور اس کا، یقین اس کا، لگن اس کی، شرن اس کی، مٹا کر وسوسے دل کے سکھاتی ہے حق آگاہی" یعنی اگر "اس" سے مراد سالک کی ذات نہ لی جائے۔

(۲۴)

رہا آباد وہ اور شاد اپنی ذات کے اندر
وہی یوگی ہے سچّا اور رہے گا برہم کو پا کر

(۲۵)

میسّر برہم نروان اس کو ہو جو خود[6] میں گم ہو کے
دُوئی[7] سے پاک ہو، معصوم ہو، سب کا بھلا چاہے

(۲۶)

جو کام اور کرودھ سے آزاد ہو کر متّقی بندے
ہوں خود آگاہ قابض نفس پر، نروان پائیں گے

(۲۷-۲۸)

جو یکسو ہو کے نظریں ابروؤں کے درمیاں گاڑے
نفس کی آمد و شُد کو تھما کر دونوں نتھنوں سے
کرے قابو حواس و ذہن و کیفیات پر حاصل
وہ کرودھ اور بھے سے چھُٹ کر پائے گا آزادی کامل

(۲۹)

تپسّیا[8] اور یجن ہیں میرے لیے۔ آگاہ ہیں دانا
کہ ہوں پرمیشور "ہر لوک[9] کا" کُل دیوتاؤں کا
ذوی الارواح عالم کے مجھی سے خیر پاتے ہیں
اُٹھا کر دُکھ، سکوں پانے مرے ہی پاس آتے ہیں[10]

---

۶ یت آتمان، خود سے وابستہ۔ ۷ "دوے دھا" دوئی۔ یہاں مراد ماسوا سے یکسو ہو کر ذاتِ حق سے لو لگانے یا اپنی روحانی ترقی پر توجہ مرکوز رکھنے سے گریز۔ ۸ ریاضت اور قربانی: ۹ عالمین، کلُ جن و انس ۱۰ اسی یقین پر میری خاطر اہلِ بصیرت ریاضتوں کی زحمت اٹھاتے ہیں۔

باب (۶)

سانکھیہ یوگ

(۱)

شری بھگوان ہیں فرماتے :

بجزا کا آسرا رکھے بنا جو فرض پر عامل رہے، ہے سچا سنیاسی

نہ وہ جو فرض و تکلیفاتِ شرعی سے بچے، ہو یجن سے عاری

نہ بلائے آگ غفلت سے[۱]

(۲)

ہے کیا سنیاس ؟ یوگ اور بس اسے اے پانڈوی[۲] سمجھو

نہ بننے پائے گا یوگی رہے گا نفس پرور جو

(۳)

وسیلہ ہے عمل سالک کا، لازم ہے رہے عامل

معافی اس کے حق میں ہے جو عرفاں میں ہو اکامل

(۴)

وہی ہے یوگ میں کامل جو ترکِ ماسوا کر دے

نہ لذت اندریوں سے لے نہ کرموں کا صلہ چاہے

ع۱ مراد ہوَن کے لیے آگ نہ جلائے جو ایک دینی فریضہ ہے۔

ع۲ اصلاً پانڈو یعنی پانڈو خاندان سے تعلق رکھنے والا۔

(۵)

تو سالک نفس سے لے کام بس اپنی ترقی کا
سمجھ لے نفس بیری بھی ہے اور ہے دوست بھی اس کا

(۶)

جو اس کو زیر کر لے گا وہ اس کو دوست پائے گا
نہ رکھے گا جو قابو نفس کو دُشمن بنائے گا

(۷-۸)

جو جیتا آتما[۳۲] کو، مل گیا پرماتما اس کو
سکوں پایا رہا دُکھ سے نہ سُکھ سے واسطہ اس کو
نہ گرمی سے، نہ سردی سے، بلندی سے نہ پستی سے
نظر میں ایک ہیں اس کی، خزف ہو، زر ہو یا ہیرے

(۹)

ہے رُتبہ اس کا اعلیٰ تر نظر میں جس کی ہوں یکساں
عدو و دوست، نیک و بد، فہیم و بے دل و ناداں

(۱۰)

رہے وہ دھیان میں حق کے مسلسل، معتکف تنہا
رہے حاوی حسوں پر، مال و ملکیت سے بے پروا

(۱۱-۱۲)

جمائے جا کے وہ آسن کسی پاکیزہ دھرتی پر
بچھا کر مرگ چھالا، کوس[۴۲] کی ستھری چٹائی پر

---

[۳۲] اس کا مترادف نفس ہے۔
[۴۲] کوس یا کُسا، سنسکرت: کُش۔ ایک گھاس

کرے مشق و ریاضت یوگ کی یوں کنج میں تنہا
توجہ ایک نقطے پر رہے من کیف میں ڈوبا

(۱۳-۱۴)

کمر سیدھی ہو، سر اونچا نگاہیں نوک بینی پر
دماغ آسودہ، دل بے وسوسہ بے خوف ہو یکسر
مری جانب لگا ہو دھیان سارا برہمچاری کا
مجھی سے لو لگائے، مجھ کو سمجھے منزل و ماویٰ

(۱۵)

ریاضت سے مزکّی ہو کے آخر نفس شائستہ
کثافت سے چھٹے گا، اور ہو گا حق سے وابستہ

(۱۶)

نہ بن پائے گا ہرگز یوگ میں صاحب کمال ارجن!
نہ ہو کھانے میں اور سونے میں جس کے اعتدال ارجن!

(۱۷)

توازن کھانے سونے کام اور آرام میں ہو گا
نجات آزارِ جسمانی سے تب دلوائے گا یوگا

(۱۸)

ہوس کو تج کے، چت اور آتما کو اپنی جب یوگی
سدھارے گا تو پھر حاصل اسے روحانیت ہوگی

ہوا سے دور اک گوشے میں لو ہو جیسے دیوے کی
لگائے حق سے لو خلوت میں رہتا ہے یونہی یوگی

(۲۰-۲۳)

عمل سے یوگ کے جب ذہن کُل دنیا سے ہو یکسُو
اسے کہتے ہیں استغراق، کامل نفس پر قابُو
تو اس حالت میں ہوں گے منکشف انوارِ ذات اس پر
کُھلیں گی مَن کی آنکھوں سے خود اپنی ہی صفات اس پر
وہ پاتا ہے صداقت اور نہیں پھرتا صداقت سے
کہ دولت کوئی بھی بڑھ کر نہیں اس مَن کی دولت سے
بُھلا دیتا ہے ہر دُکھ کو نشاطِ رُوح کا عالم
یہی ہے مَن کی بیداری، یہی ہے "یوگ سنجیتم"

(۲۴)

ہے شرطِ یوگ عزمِ پختہ، استقلال و پامردی
وہ جیتا ترکِ اَنا کی جس نے ہر خام آرزو کردی

(۲۵)

بڑھے گا رفتہ رفتہ راستے پر خود شناسی کے
نگاہیں ذات پر ہوں مُنکشف، دُنیا سے رُخ موڑے

(۲۶)

خیال آوارہ ہو اور این و آں کی سمت اگر بھٹکے
تو یوگی سُوجتن سے اس کو واپس گھیر کر لائے

(۲۷)

وہ یوگی جس کا مَن پیہم، مِری جانب لگا ہو گا
وہ برہما سے ملے گا، دوش اور دُکھ سے رہا ہو گا

(۲۸)

کثافت سے مُبرّا، حق سے جو رشتہ بپا ہو گا
وہی یوگی سرورِ سرمدی سے آشنا ہو گا

(۲۹)

نظر آؤں گا پھر یوگی کو چاروں سمت میں ہی میں
وہ دیکھے گا کہ سب عالم مرے اندر سمائے ہیں

(۳۰)

جو دیکھے مجھ کو ہر شے میں، جو دیکھے مجھ میں ہی ہر شے
وہ مجھ سے پھر بچھڑ جائے بھلا کیسے یہ ممکن ہے

(۳۱)

مجھے ہر من میں پاکر جو بھجے گا نام کو میرے
وہ مجھ سے آملے گا آخرش حق آشنا ہو کے

(۳۲)

حوالے سے خود اپنی ذات کے ہوگا یہ جب ظاہر
کہ دُکھ سُکھ میں برابر ہیں سبھی ذی رُوح بالآخر
حقیقت این و آں کی جب یہ اُرجن منکشف ہوگی
کہ میں ان میں ہوں یہ مجھ میں وہی ہوگا پرم یوگی

(۳۳)

کہا اُرجن نے مدھسودن!
عمل یوگا کا جو کچھ آپ نے ہے مجھ کو سمجھایا
ہے فہم و تاب سے باہر مری، مجھ سے نہیں ہوگا
ہے کچھ اُکھڑا سا میرا من

(۳۴)

بہت بے چین بے دھیرج، ہٹیلا من ہے اے پربھو
دبانا اس کا آندھی کا تھمانا ہے یہ کیسے ہو؟

(۳۵)

کہا بھگوان نے اے جانِ کنتی ٹھیک کہتے ہو
بہت مشکل ہے زیرِ دام لانا نفسِ سرکش کو
مگر مشق و ریاضت سہل کر سکتی ہے یہ مشکل
ہے ویراگ اس رہِ صبر آزما کی اوّلیں منزل

(۳۶)

ہے مشکل چشمِ آوارہ کا خود سے آشنا ہونا
نگاہیں ہوں اگر یکسُو تو پھر ہے راستہ سیدھا

(۳۷)

تو پھر ارجن نے پوچھا کوئی جی گر چھوڑ بیٹھا ہو
قدم رکھے مگر طے راستہ اس سے نہ ہوتا ہو
اگر بر چا کے لے جائیں تقاضے اس کو دنیا کے
تو اس ناکام ویراگی کا کیا انجام ہے کہیے؟

(۳۸)

گریزاں راہِ حق سے ہو کے کیا انسان پائے گا
جو بھٹکا ابر کی مانند کیا وہ چھٹ نہ جائے گا

(۳۹)

مرے دل میں یہ شک اٹھتے ہیں کہلاتا ہے میرا دل
میں حیراں ہوں، کریں گے آپ ہی آساں میری مشکل

(۴۰)

شری بھگون نے فرمایا:
قدم جس نے بھی رکھا راہِ حق میں گم نہیں ہوتا
اکارت اجر نیکی کا نہ یاں ہوگا نہ واں ہوگا
تو غم اے جانِ پرتھا کیا

(۴۱)

کئی لوگوں میں جی کر عارفِ گُم کردہ منزل بھی
جنم اشراف میں لے گا نہ ہو گی اُس کی رُسوائی

(۴۲)

عجب کیا ہے اگر ہو جنم اس کا نیک زُمرے میں
وہ دُرلبھ جو دُھنی سے بھی بڑے ہوتے ہیں رُتبے میں

(۴۳)

تو پھر اس کی وہی پہلی بصیرت لَوٹ آئے گی
اور اُس کی جستجو کو اور بھی آگے بڑھائے گی

(۴۴)

وہ ہوگا بے ارادہ خود ہی آخر یوگ پر مائل
جو دھرمی ریت رسموں سے ہے بڑھ کر قدر کے قابل

(۴۵)

اگر اوّل میں تھی نیّت بخیر اس کی تو پھر کیا ہے
بہت سے جنم لے چاہے پھر اس کو پاک ہونا ہے

(۴۶)

ہے برہمہ یوگ تپ سے، گیان سے اور کارِ دنیا سے
فرائض کی کمائی، اکتسابِ خیرِ عقبیٰ سے

(۴۷)

اور اہلِ یوگ میں بھی وہ جو مجھ سے لَو لگاتا ہے
مرا ہی آسرا رکھتا ہے، میری سمت آتا ہے
وہ آخر مجھ کو پاتا ہے، مجھی میں آسماتا ہے
اُلُوہیت کا رُتبہ، عارفِ کامل ہی پاتا ہے

باب (۷)

وجودِ حقیقی کا ادراک

(۱)

شری بھگون نے فرمایا:
میری جانب لگا کر دھیان، مجھ سے آسرا رکھ کے
پہنچ سکتے ہو تم میری حقیقت تک بنا بھٹکے
سنو کیسے:

(۲)

کروں گا تم پہ درِوا گیان اور وجدان[۱] دونوں کا
کہ جس کے بعد بتلانے کو کچھ باقی نہیں رہتا

(۳)

ہزاروں میں سے کچھ ہی جہد میں پورے اُترتے ہیں
اور اُن میں سے بھی کم ہیں جو مرا ادراک کرتے ہیں

(۴)

زمیں، پانی، ہوا، اگنی، سما، چِت، مَن، اَنا کیا ہیں؟
یہ میری ذات کے صرف ایک ذرّہ کے آٹھ اجزا ہیں

ع۱ اصلاً: وِجنیان جو وجدان کا ہم معنی ہے (اور اس سے مماثل بھی)

(۵)

بلند ان سے مہا با ہو! وجود ایک اور ہے میرا
جو ہے ہر جیو میں جس نے جگت میں جنم ہے پایا

(۶)

مرے ہی سب مظاہر ہیں، مجھی سے ہے یہ آبادی
ہیں کُل سنسار کا پربھاؤ[۲] بھی ہوں اور پرلے بھی

(۷)

وجودِ مطلق اے ارجن ہوں میں فی الاصل و فی المعنی
سب اجزا مجھ سے قایم ہیں کہ جیسے ہار میں موتی

(۸)

یہ موجیں اور یہ آوازیں، یہ جیوتی چاند سورج کی
یہ حرفِ "اوم" ویدوں میں، علامت کس کی ہے؟ میری

(۹)

میں سوندھا پن ہوں مٹی کا، ہوں میں ہی تیج اگنی کا
ہوں میں ہی جیو جسموں کا، ہوں میں ہی تپ تپسوی کا

(۱۰)

میں ہوں ہستی کا سرچشمہ مجھی سے ہے یہ سب پیدا
ہے بدھ والوں میں بدھی اور بلوانوں میں بل میرا

(۱۱)

میں بلوانوں کا بل ہوں، "کام" بھی بے میلِ معصیت[۳]
وہ قوت جو نہیں رکھتی خلافِ دھرم سے رغبت

ع[۲] پربھاؤ = رونق، جلوہ۔ پرلے = تباہی۔ قیامت۔ مراد = خلاق بھی ہوں ہلاک بھی ع[۳] یہ جدید نفسیات میں SEXUAL ENERGY کے تصور کے مماثل ہے جو تصعید (SUBLIMATION) کی صلاحیت رکھتی۔

(۱۲)

یہ جتنی صورتیں ہیں خوب و جذب و جہل کی پیدا
یہ سب مجھ سے ہیں، مجھ میں ہیں نہیں لیکن میں ان جیسا

(۱۳)

جہاں والوں کو چکراتی ہے محسوسات کی دُنیا
مرے جلوے ہیں لامحسوس و لامحدود و لایحصیٰ

(۱۴)

گزرنا اس سے مشکل ہے بہت گہرا ہے یہ پردا
پڑا ہے جو حسوں پر میرے سہ گانہ مظاہر کا

مگر جو ہو کے میرا صرف مجھ سے لَو لگائے گا
تو اُس کو لازماً ادراک حاصل ہو ہی جائے گا

وہ اس پردے کو کر کے چاک مجھ تک آ بھی سکتا ہے
وجودِ بے نہایت کو تماماً پا بھی سکتا ہے

(۱۵)

سفیہہ و ابلہ، سستی جن کی مایا نے ہے گُم کردی
وہ میرے ہو نہیں سکتے، ہے طاری جن پہ شیطانی[ع۴]

(۱۶)

جو کرتے ہیں ثنا میری، جو پڑھتے ہیں بھجن میرے
وہ ہیں ان چار قسموں سے سن اے سرتاج بھارت کے
دُکھی، جویائے حق، جویائے دولت طالبِ دُنیا
اور اِک وہ عارف و دانا جو واقف ہے حقیقت کا

ع۴ املاً: آسُرم۔ آسُر، خبیث روح، دیوتا کا نقیض، شیطان، راکھشس۔

(۱۷)

فضیلت ان میں ہے اس عارفِ دانا ہی کو حاصل
وہ میرا ہے میں اس کا ہوں، وہی ہے شاغلِ کامل

(۱۸)

سبھی شاغل ہیں ذی عزت مگر وہ سب میں ہے اعلیٰ
سمجھ کر جو بھجے مجھ کو ہے گویا ہم نفس میرا

(۱۹)

بہت جنموں سے ہو کر، شاذ کوئی مجھ کو پاتا ہے
سمجھ لیتا ہے میں ہوں اصلِ کُل، تب مجھ تک آتا ہے[۵]

(۲۰)

جو ہیں دنیا کے طالب دیوتا ہیں اور ہی ان کے
بجالاتے ہیں حسبِ طبع نیت دھرم کرم اپنے

(۲۱)

ہیں جو جو جن کے جن[۶] کے دیوتا وہ ان کو ہی پوجیں
میں بھر دیتا ہوں خود کچھ زورِ ایماں اُن کے سینوں میں

(۲۲)

وہ اُس کے بل پہ اُن سے طالب امداد ہوتے ہیں
مری ہی دین ہوتی ہے وہ جس سے شاد ہوتے ہیں

(۲۳)

پھل ان کے عارضی اور ہے پہنچ اپنے خداؤں تک
مرا بھگت آخرش آئے گا میرے پاس ہی بیشک

---

۵ اصلاً: "واسُدیوا سَروَم اِتی" ۔ واسدیو کا پسر سب کچھ ہے اور بس ۔ کرشن جی واسدیو کے بیٹے تھے ۔ ۶ اصلاً: "یو یو یام یام" ۔ جو جو جن کے جن کے ۔ اس تکرار سے مراد غالباً دیوتاؤں کی کثرت کو جتانا ہے ۔

(۲۴)

جو کہتے ہیں میں اپنے ظاہری پیکر میں آیا ہوں
وہ ناداں ہیں میں اصلاً بے تبدّل بے سراپا ہوں[7]

(۲۵)

مری ہستی پہ سر تا سر ہے پردہ "یوگ[8] مایا" کا
مُبدّل ہو نہیں سکتا اُجنما ہوں میں اَن جایا

(۲۶)

جو تھا، جو ہے، جو گزرے گا وہ سب کچھ مجھ پہ روشن ہے
میں خود ظاہر نہیں، ظاہر ہے لیکن مجھ پہ اک اک شے

(۲۷)

دُوئی[9] کے دام میں پھنستے ہیں لے کر جنم سب بندے
دُوئی جو جنم لیتی ہے طمع سے اور تنفر سے[10]

(۲۸)

رہائی پا چکے جو نیک بندے اپنے پاپوں سے
دُوئی کے پھیر سے یکسو، ثنا خواں ہیں فقط میرے

ع۷ عام عقیدہ ہے کہ بھگوان انسانوں کی ہدایت کے لیے صورت بدل کر آئے۔ یہاں یہ بات جتا کر کہی گئی ہے کہ بھگوان کی کوئی مادّی صورت ہی نہیں جو بدلی جا سکتی۔ مگر یہ بات عام ذہنوں میں نہیں سما سکتی۔

ع۸ یوگ مایا = قوتِ تخلیق۔ بظاہر قدرت اور خود اوتار کا روپ جو بھگوان کی قدرت کا کرشمہ ہیں ذات اصلی کا پردہ بن گئے ہیں۔

ع۹ دوندوا = دوئی یہاں اس سے مراد حق کی بجائے مایا کی طرف رخ پھیرنا ہے۔

ع۱۰ اصلاً: اچھا اور دویلیا۔ خواہش اور نفرت

(۲۹)

مرا بن کر جو چاہے مخلصی موت اور پیری سے
تو ہوگا واقف و واصل وہی ذاتِ حقیقی [۱۱] سے

(۳۰)

جو جانے گا
کہ میں مالک ہوں کُل عالم کا اور سب دیوتاؤں کا
ہوں لینے والا یگیوں کا، دمِ آخر مجھے نزدیک پائے گا
وہ ہوگا مجھ سے وابستہ

---

۱۱ " ادھیاتمن " کو بعض مترجمین نے SELF بعض نے OVERSELF لکھا ہے بعض نے TRANSCENDENTAL
ادھیہ کے معنی واحد، یکتا ۔ اس اشلوک کے ترجمے میں کرم کا لفظ رہ گیا ہے۔ کرم کا مطلب ZACHERAR نے " MYSTERY OF WORKS " لکھا ہے پر بھوپاد اسے FRUITIVE ACTIONS مراد
غالباً یہ ہے کہ وہ ذاتِ حقیقی اور اس کے کاموں یا قدرت سے واقف ہوگا۔

باب (۸)

ذاتِ حقیقی تک رسائی

(۱)

کہا ارجن نے پرشوتم[1] !
یہ بتلائیں، ہے برہما کون، ہستی[2] کیا، عمل[3] ہے کیا
حقیقت دیوتاؤں کی ہے کیا، اور کیا ہے یہ دُنیا
یہ محسوسات کا عالم ؟
وہ لیتے والا یگنوں کا مجسّم ہو گیا کیوں کر[4] ؟
دمِ مرگ آپ کو پائیں گے آخر اتقیا کیوں کر ؟

(۳)

شری بھگوان یوں بولے :
برہما، وجود دائم ہے، اَمر ہے، غیر فانی ہے
سُبھاؤ اس کا ہے ادھیاتم، یہ اُس کی نشانی ہے

---

۱ عظیم انسان یا فوق البشر۔ ۲،۳ اصلاً : ادھیاتم (دیکھیں باب ۷، حاشیہ ۱۱۔ اصلاً : کرم
۴ یہاں تراجم میں بڑا اختلاف ہے اور ابہام بھی۔ پربھو یا دا قربانیاں وصول کرنے والا ہمارے جسم میں کیونکر اور کس حصے میں رہتا ہے (یہ بالکل قابلِ قبول نہیں)، ایڈورن آرنلڈ نے صحیح نکتہ پکڑا ہے۔ کہ وہ (آپ کی شکل میں، مجسم ہو کر کیسے آ گیا۔ زاہنر : وہ کون ہے اور کیونکر اس جسم میں ہے۔

عملِ تخلیق[۵] ہے اس کا جو وجہِ زندگانی ہے
اُسی کے دم سے بوقلموں[۶] بساطِ دارِ فانی ہے
نہیں ہے کچھ بنا اُس کے۔

(۴)

مظاہر کیا زمینی، کیا سماوی، سب ہی فانی ہیں
سوا میرے کہ ہوں اس جسم میں، باقی فقط ہوں میں

(۵)

دمِ آخر جو میرا نام لے کر جان دے گا مجھ کو پائے گا
بنے گا غیر فانی وہ، نہیں ہے اس میں شک اصلا

(۶)

دمِ آخر جو صورت یاد آئے مرنے والے کو
وہی دائم رہے گی اس کی صورت کانتیؔ سُن لو

(۷)

تو رکھو دھیان میرا کرشن کی صورت میں اور جاؤ
کرو تم کارِ جنگ اپنا، اور آخر مجھ کو اپناؤ

(۸)

رکھے مرکوز ذاتِ حق پہ جو فکر و خیال اپنا
نہ بھٹکے گا نہ ٹھٹکے گا، وہ ذاتِ حق کو پائے گا

(۹)

علیم و باخبر ہے وہ قدیم و احکم و قادر[۸]
لطیف ایسا کہ نادیدہ، تو سورج سے سوا ظاہر

---

۵ اصل تن: (وِسَرگ) ۶ مطلب یہ کہ ہر فرد الگ الگ شناخت ہوتا ہے غرض اصلاً: کونتی، کنتی کا پسر عام: کانتی۔ ۸ کوِم۔ علم، پُرانم ۔ قدیم: انوشا سِتارم ۔ قابض، منظم ۔ انو ہ انیاسم ۔ چھوٹے سے چھوٹا یعنی نہایت لطیف و غیر محسوس۔

(۱۰)

دمِ آخر جو اپنے دم کو زیرِ ابروان[۹] روکے
ہو محوِ یادِ حق وہ یوگ بل سے حق کو جا پہنچے

(۱۱)

وہ کیفِ سرمدی[۱۰] دانائے حکمت[۱۱] جس کو پاتے ہیں
اور اس کی دُھن میں جی پرہیزگاری[۱۲] سے لگاتے ہیں
کچھ اس کا مختصر سا حال اب تم کو بتاتے ہیں
سنو ہے یوگ دھارن کیا، جسے وہ آزماتے ہیں

(۱۲-۱۳)

حِسوں کے بند کر کے در، مقفّل کر کے تن میں مَن
نفس کو کھینچ کر اُوپر[۱۳] جماتا ہے جو یوگ آسن
وہ بولے "اوم" یک باری[۱۴] اور اس کو دھیان ہو میرا
تو آخر دَم وہی پکڑے گا راہِ منزلِ اعلیٰ

(۱۴)

مجھے پانا بھی کتنا سہل ہے اے پارتھا دیکھو!
لگائے دھیان جو مجھ سے میں مل جاتا ہوں خود اس کو

(۱۵)

مجھے پا کر یہ ارواحِ جلیلہ پھر نہ پلٹیں گی
جنم لینے کو اس دارُ المحن میں جو کہ ہے فانی

۹۔ ابروؤں کے درمیان سانس روکنے کا ذکر ہے لیکن غالباً مراد نظر اور دم دونوں سے ہے، جو یوگ کا ایک عمل ہے۔ ۱۰۔ اکشرم نہ ختم ہونے والا، لازوال۔ ۱۱۔ اصلاً: ویدواں یا ویدوں کے نکتہ داں۔ ۱۲۔ برہمچریہ۔ ۱۳۔ اصلاً: سر میں روک کر۔ ۱۴۔ اصلاً ایک سانس میں۔

(۱۶)

یہاں سے لے کے برہما لوک تک جتنے بھی عالم ہیں
گھرے ہیں کرم چکرّ میں اسیرِ حسرت و غم ہیں

مگر جو مجھ تک آجائے سُنو اے جائے کُنتی کے
مُکلّف پھر نہیں ہوگا کبھی اس آزمائش سے

(۱۷)

ہزاروں[۱۵] یگ سے مل کر ایک دن بنتا ہے برہما کا
قیاساً اتنا ہی عرصہ سمجھ لو اس کی اِک شب کا

(۱۸)

طلوعِ روزِ برہما ہی سے سر آغازِ ہستی ہے
عدم کیا ہے؟ ورودِ شب، یہی بس رازِ ہستی ہے

(۱۹)

یہ دن بھی اور یہ شب بھی بارہا پھر پھر کے آتے ہیں
یہ سب عالم کبھی پیدا کبھی معدوم ہوتے ہیں[۱۶]

(۲۰)

یہ اس بُود و عدم سے ماورا اِک اور بھی عالم[۱۷]
نہیں بیم فنا جس کو وہ ہے اِک سرمدی[۱۸] عالم

۱۵: اصلاً ہزار یگ" لیکن شارحین کے بیان کے مطابق ستیگ سے کل یگ تک چار یگوں کے ہزار چکرّوں سے برہما کا ایک دن بنتا ہے ۱۶: غالباً اسی لیے کائنات کو برہمانڈ کہتے ہیں: برہما کا تخم ۱۷: اصلاً: ادیکت (غیب یا عدم) سے پرے ایک اور عدم "ادیکتو ادِیکتات"، یہاں غالب کا وہ قول یاد آتا ہے کہ "ہیں عدم سے بھی پرے، ہوں ۱۸: سناتن = ابدی یسرمدی۔

(۲۱)

وہی داڑ البقا حسن المآب و مأمن و ملجا
جہاں سے پھر نہیں رجعت، ہے میرا مسکنِ اعلیٰ

(۲۲)

بنا بے لوٹ بھکتی وہ وجودِ افضل و اعلیٰ
نہیں ملتا کسی کو پارتھا بانی ہے جو کُل کا

(۲۳)

کوئی جاتا ہے آنے کو، کوئی جا کر نہیں آتا
سُنو اب کس سمے جائے تو آئے یا نہ آئے گا

(۲۴)

اُجالا ماہ کا پہرا، شمالی ماہ کا پھیرا[19]
سپیدہ صبح کا، دن کا اُجالا اگنی جیوتی کا
سمے اُجلے یہ وہ ہیں جن میں یوگی پران تیاگے گا
تو وہ برہما کو پائے گا اگر ہے معرفت والا

(۲۵)

اندھیرا پکش، کالی رات، دکھنی دورہ سُورج کا
جو ان میں جان دے، وہ چاند ہی سے لوٹ آئے گا

(۲۶)

جہاں کے یہ اُجالے اور اندھیرے پکش اور پہرے
اٹل ہے ان کا رشتہ دم کی رخصت اور رجعت سے

---

[19] سورج کا کرۂ شمالی کی طرف چھ مہینے کا دورہ۔

(۲۷)

اُجالا اور اندھیرا دو ہیں رستے جو انھیں جانے
نہ بھٹکے گا وہ یوگی پارتھا! پس یوگ اپنا لے

(۲۸)

یہی ہے وید گیان ارجن تپسیا، یجن دان اور پُن
نہیں یوگی کو ان کے پھل سے مطلب جو کماتا ہے
یہیں پر چھوڑ جاتا ہے
وہ خود خالق کو پاتا ہے۔

باب (۹)

اسرار و معارف

(۱)

شری بھگون نے فرمایا:

حسد سے پاک ہے تو اس لیے میں تجھ کو اب ارُجن
بتاتا ہوں کچھ اسرار و معارف اِن کو دل سے سُن
اِنھی سے موکش تو ہوگا

(۲)

یہ ہے وہ راج وِدّیا[1]، سرالاسرار، اُتّم اور مُحکم
کہ کہیے دھرم کا ست اس کو اور اِک دولتِ دایم

(۳)

نہ چھوڑیں دھرم کو اور منحرف ہوں مجھ سے اے ظافر![2]
نہ پہنچیں گے وہ مجھ تک لوٹ آئیں گے یہیں آخر

عا راج وِدیا، راج گہیم کا ترجمہ R.C. ZACHRER نے SCIENCE OF KINGS اور MYSTERY OF KINGS کیا ہے جو قابل قبول نہیں۔ سوامی پربھونندا اور اِشرؤوڈ نے KNOWLEDGE OF GOD ایڈوِن آرنلڈ نے ROYAL LORE, KINGLY MYSTER سوامی پربھوپادا نے KING OF EDUCATION اور SECRET OF SECRETS (گہیم، پوشیدہ، سری)

عا۲ "پرنتپ" = دشمن پر غالب۔ شری کرشن دورانِ تقریر میں ارجن کو مختلف القابوں سے پکارتے ہیں۔ ظافر = ظفریاب۔

(۴)

ہے کُل آفاق میں ساری وجودِ معنوی میرا
یہ سب مجھ میں ہیں پر ان کے مماثل میں نہیں اصلاً[۳]

(۵)

نہیں مجھ میں قرار ان کا، مگر دیکھو مری قدرت
کہ ہے مجھ سے قرار ان کو ہوں میں ہی خالقِ فطرت

(۶)

ہَوا جیسے سمائی ہے سما میں، میں سمایا ہوں
یہ سب مجھ میں ہیں یونہی، اب سمجھ لو تم کہ میں کیا ہوں

(۷)

گزر جاتا ہے جب اِک کلپ، مجھ میں آسماتے ہیں
نئے یُگ میں اِسی صورت وجودِ نو یہ پاتے ہیں

(۸)

ہے فطرت[۴] ظاہری وہ رُوپ میرا جس کی طاقت سے
بگڑتے بنتے ہیں یہ سب، بغیر اپنے ارادے کے

(۹)

ملوّث میں نہیں ان میں اے پانے والے دولت کے[۵]
مُبرّا ہوں منزّہ ہوں میں ساری مادّیت سے

ع۳ لفظاً: یہ سب مجھ میں ہیں، میں ان میں نہیں۔ یہاں پہلے مصرع کے قول سے بظاہر تضاد ہے۔ مراد غالباً یہی ہے کہ یہ میرے وجودِ معنوی کی پہچان نہیں۔ ZACHRER نے میارتتمؑ کا ترجمہ SPUN BY ME کیا ہے اور حاشیے میں متبادل کے طور پر PERVADED BY ME بھی لکھ دیا ہے۔ دوسرے PERVADED ہی لکھتے ہیں۔ ع۴۔ پراکرتی = نیچر، عالمِ فطرت ع۵ "پرم بھاو" = اعلیٰ روپ۔

(۱۰)

مری تخلیق ہے فطرت جو خود سب کام کرتی ہے
نظر میں ہے مری کیا جامد و جاندار ہر اک شے

(۱۱)

منش کے روپ میں ہوں میں تو جاہل مجھ پہ ہنستے ہیں
وجودِ معنوی کو میرے کیا جانیں کہ کیا ہوں میں

(۱۲)

مرادیں خام ان کی اور عمل بھی اور عقیدہ بھی
انھیں بھٹکا کے لے جاتی ہے اک ترغیب طاغوتی

(۱۳-۱۴)

نفوسِ پاک وہ لیکن بھٹکنے سے جو باز آئیں
مرے ہی بھگت بن جائیں مجھی کو دھیان میں لائیں
کہ میں ہی بانیِ کُل ہوں، مرے ہی کیرتن گائیں
جو مجھ میں محو ہو جائیں وہی میری اماں پائیں

(۱۵)

جو عالم ہے وہ اپنے علم ہی سے ہے سمجھ لیتا
کہ میں ہوں واحد و یکتا ہے ہر سو گرچہ رُخ میرا

(۱۶)

یہ رسمیں، یہ چڑھاوے، دھرم پالن کیا ہے؟ سب میں ہوں
یہ اجزا اور یہ منتر آگ، روغن کیا ہے؟ سب میں ہوں

ع۱ دیکھیں باب ۱۱ اشلوک ۱۴۔

ع۲ مہاتمان

(۱۷)

میں اَبؔ و اُمؔ و جدؔ ہوں جگ کا، عِلم اور بھید بھی میں ہوں
ہوں حرف اوم، رگ سام و یجر، کُل وید بھی میں ہوں

(۱۸)

میں ہوں مقصود و منشا جگ کا مالک بانی اور باشی
مُحِب وہ اَمن و تخلیق و اہرام و فنا سب ہی
قرار اس کا مدار اس کا، بِنا اس کی، بقا اِس کی
وہ تخمِ دائمی ہے، تا ابد بار آوری جس کی

(۱۹)

تپش مجھ سے ہے بارش مجھ سے، روکوں چاہے برسادوں
فنا مجھ سے، بقا مجھ سے، جو ہے اور جو نہیں، میں ہوں

(۲۰)

تری وِیدی سوم پی کر آس میں عیشِ سماوی کی
مجھی کو پوجتے ہیں اور کرتے ہیں ثنا میری
کہ پہنچیں اِندر لوک اور سورگ میں دیں دادِ سرمستی
رہا ہو کر گناہوں سے قبولیت سے یگیوں کی

(۲۱)

مگر وہ لوٹ آتے ہیں اسی دنیا میں دسرا کر
طفیلِ وید اپنی آرزوؤں کا ثمر پا کر

(۲۲)

مگر جو مجھ کو مانے گا، مگر جو مجھ کو چاہے گا
فقط ذاتِ حقیقی سے جو میری لَو لگائے گا

۸ے ویدادال تین ویدوں پر حاوی (رگ، یجر، سام)

میں اس کو خام سے پختہ کروں گا پست سے بالا

(۲۳)

وہ قُربانی جو دی جاتی ہے باقی دیوتاؤں کو
مجھی کو ملتی ہے، برحق ہے وہ، گر صدق دل سے ہو

(۲۴)

کہ میں ہی لینے والا ہوں سبھی یگیوں کا بندوں سے
وہ لوٹ آئیں گے ہیں واقف نہیں جو میرے بھیدوں سے

(۲۵)

ملیں گے دیوتا سے نام لیوا دیوتاؤں کے
جو پُرکھوں کے ہیں پُرکھوں سے جو روحوں کے ہیں روحوں سے

جو ہے جس کا پجاری وہ اسی کے پاس جائے گا
مگر جو بھکت میرا ہے وہ میرے پاس آئے گا

(۲۶)

کوئی پھل نذر دے، یا پھول پتّی یا فقط پانی
ہمیشہ قدر اس کی جائے گی جذبے سے پہچانی

(۲۷)

کرو تم کام کوئی کُنتے، کھاؤ کھلاؤ، دان دو، بخشو
کرو یگیہ، تپسیہ کچھ بھی ہو وہ شوق سے ارپن مجھے کر دو

(۲۸)

تو پھر تم موکش ہوگے شُبھ اَشُبھ ہر کرم سے اور کرم کے پھل سے
تم اپنے یوگ کی شکتی سے اور سنیاس کا بل لے کے میرے پاس آؤ گے

عہ اصلاً بھوت، بھوتوں

(۲۹)

نہیں لاگ اور لگاؤ کے کسی ذی روح سے بھی واسطہ میرا
سبھی یکساں ہیں لیکن بھکت میرا اپنے من میں مجھ کو پائے گا

(۳۰)

دُرآچاری بھی ہو کر گر کوئی بھجتا ہے مجھ کو، اور فقط مجھ کو
تو وہ دوشی نہیں، سچائی کے رستے پہ ہے سادھو جسے مانو

(۳۱)

وہ میرا بھکت ہے سچا تو لازم ہے رہے دھرماتما ہو کر
نجات اس کا مقدر ہے نہیں ممکن کہ رہ جائے وہ خود کھو کر

(۳۲)

پناہ میں جو مری آیا، کھلی راہ شرف اس پر
وہ ہو عورت کہ نیچی ذات کا، کیا ویش، کیا شودر

(۳۳)

تو پھر ان برہمنوں بھکتوں کا اور راجوں کا کیا کہنا
بھریں جو اس اداسی عارضی دنیا میں دم میرا

(۳۴)

تو مجھ پر دھیان دو، مجھ کو بھجو اور میرے ہو جاؤ
لگا لو آتما مجھ سے تو آخر مجھ کو اپنا لو

باب (۱۰)

حاکمِ مطلق کی قدرتِ کاملہ

(۱)

شری بھگوان یوں بولے:
مہا باہوا! سنو پھر گوشِ دل سے اس تکلُّم کو
جو میں اب شوق سے کرتا ہوں ارزانی فقط تم کو
کہ مجھ کو مانس ہے تم سے

(۲)

مری اصل و حقیقت کو
نہ کچھ یہ انقیا سمجھیں، نہ یہ سب دیوتا جانیں
بھلا جو خود مرے ہی خلق کردہ ہیں وہ کیا جانیں
مجھے اور میری قدرت کو[ع۱]

(۳)

کہ میں حادث نہیں قیوم ہوں خلاق ہوں سارے جہانوں کا
جو انساں یہ سمجھ لیں وہ نہ بھٹکیں گے، ہوں ضامن ان کے پرانوں کا

(۴ - ۵)

ذہانت علم بے وسواس، حق گوئی، خطا بخشی
تحمّل بُردباری، رنج و راحت، نیستی ہستی

ع۱ اصل لفظ "ردِ بھُوتی" ہے جس کی تعریف میں عظمت اور لا محدود قوت شامل ہیں، اور خود ذاتِ الٰہی کے لیے بھی آتا ہے۔

سخاوت، نیک نامی، ننگ و رُسوائی، غرض جو بھی
گزرتا بیتتا ہے جیتی جانوں پر زمانے کی
وہ مجھ سے ہے، مری جانب سے ہے تخلیق ہے میری

(۶)

مرے ہی ذہن سے پیدا ہوئے تھے مہرشی ساتوں
اور اُن سے پیشتر وارد ہوئے تھے جو مُنو چاروں[۲]

(۷)

مری قدرت کا جو قائل ہو دل سے اور مجھے پُوجے
بلاشک اور بِلا شرکت، نہیں ممکن کہ پھر بھٹکے

(۸)

سر آغازِ ہمہ مخلوق و موجودات ہوں میں ہی
جو عاقل یہ سمجھ لیں وہ لگن رکھتے ہیں بس میری

(۹)

لگا کر مجھ سے چت کرتے ہیں نت حمد و ثنا میری
دِلوں میں یاد میری ہے تو آپس میں کتھا میری

(۱۰)

جو میرا بھکت بن جائے اسے اپنے تصرّف سے
میں دوں گا یوگ بُدھ وہ جس کے بل پر مجھ تک آپہنچے

۱۱

دیا سے اپنی میں دل میں جلا کر گیان کے دِیوے
مٹا دیتا ہوں سینوں سے اندھیرے سب جہالت کے

---

۲ ؎ دیکھئے نوٹ ۲ باب ۴، اشلوک (۱) پر

(۱۲-۱۳)

یہاں اب کرشن سے کی عرض ارجن نے :

پرم برہما ہو تم، ملجائے آخر، افضل و اوّل
وجود غیر حادث، صاحب قدرت، عظیم، اکمل
شہادت جس کی دیتے آئے ہیں سچے رشی سارے
اسیت و ناروا، دیول، ویاس آئے ہیں گن گاتے

(۱۴)

مجھے تسلیم ہے کیشو! وہ سب کچھ جو کہا تم نے
حقیقت کو تمھاری دیو یا طاغوت[۳] کیا سمجھے

(۱۵)

تمھاری ہی یہ قدرت ہے کہ جانو اپنی قدرت کو
الٰہ العالمیں و آلہٗ ہو، مالک کل ہو

(۱۶)

مجھے بتلائیں کیوں کر آپ جگ بھر میں سمائے ہیں
وہ کیا قدرت ہے کیا طاقت ہے جس کے یہ کرشمے ہیں

(۱۷)

حقیقت آپ کی جانوں تو میں کس طور سے جانوں
سدا میں آپ کو پوجوں تو کس کس شکل میں پوجوں

(۱۸)

مجھے پوری طرح سمجھائیں کرشن[۴] آپ اپنا یوگا بل
چھکائے گا نہ مجھ کو آپ کی باتوں کا امرت جل

۳؎ اصلاً دانو دیو کی ضد راکشس، شیطان ۴؎ اصلاً یہاں کرشن کو ان کے ایک لقب "جناردن" سے مخاطب کیا گیا ہے جس کی کئی تعبیریں ہیں مثلاً شر کو مٹانے والے۔

(۱۹)

شری بھگوان یوں بولے :

کہ ہاں فخر کرو ! دیتا ہوں اب عرفان تم کو اپنی قدرت کا

مگر بس اس قدر جتنا کہ لامحدود و لامحسوس کا جلوہ

تمھارے فہم میں آئے۔

(۲۰)

میں ہوں وہ آتما اُرجن جو پنہاں ہر جسد میں ہے

ہوں سر آغاز و وسط و بسط[۵] و سر انجام ہر یک شے

(۲۱)

ہوں آدتیوں[۶] میں وشنو، نوریوں میں ہوں روی میں ہی

مروتوں[۷] میں مریچی ہوں نچھتروں[۸] میں ششی میں ہی

(۲۲)

میں ویدوں میں ہوں سام اور دیوتاؤں میں ہوں اندر میں

حواسوں میں ہوں چت اور جان جانداروں کے پیکر میں

ع۵ اصلاً : آدِ = اصل و ابتدا ، ودھیہ = بیچ، و انت = خاتمہ۔ میں نے وسط کے ساتھ بسط بڑھا دیا ہے کیونکہ یہاں مدھیہ سے مراد صرف بیچ نہیں بلکہ آغاز و انجام کے درمیان کا پورا عرصۂ بسیط ہے۔

[ع : وسط اردو میں وسط ہی ہے ۔]

م۶ آدتیہ سات آسمانی دیوتا (رَدی، ورون، متر، آریہ من، بھاگ دکش انش، نیز وشنو کے ایک روپ کا نام۔

ع۷ مروت لفظاً چمکیل۔ یہ بھی آسمانی دیوتاؤں کا ایک گروہ ہے، اور ان میں مریچی ممتاز ہے سماوی خلاؤں کا دیوتا۔

ع۸ اصلاً نکشتر = اجرام سماوی

(۲۳)

میں سب رُدروں[9] میں شو ہوں اور کویرا یکشوں رکھشوں[10] میں

وشوؤں[11] میں ہوں اگنی اور میرو[12] کُل پہاڑوں میں

(۲۴)

میں تقوے میں برہسپت کی طرح ہوں پارتھا! برتر

میں ویروں میں سکندا، ساگروں میں ہوں مہا ساگر

(۲۵)

مہارشیوں میں بھرگو، اوم سب لفظوں میں گویا ہوں

دعا میں یگن جاپ[13] اور استقراری میں ہمالہ ہوں

(۲۶)

میں ہوں اشجار میں اشوتھ[14] میں ہوں رہاد میں نارد[15]

میں ہوں گندھروں میں چترتھ[16] سدھانوں[17] میں کپل سر

(۲۷)

میں ہوں افراس میں اچھیشرو[18]، افیال میں ایراوتہ ارجن

میں کُل مخلوقِ انسانی کا ہوں فرماں روا ارجن

ع[9] دیومالا میں ۱۱ رُدر ہیں جن میں شو شنکر ممتاز ہیں۔ ع[10] یکس رکھش جنّات، کویرا دیوتاؤں کا خزانچی۔ ع[11] آٹھ چھوٹے دیوتاؤں کا ایک گروہ اس لیے یہ لفظ آٹھ کے مجموعے کے لیے بھی آتا ہے۔ ع[12] ایک پہاڑ کی چوٹی کا نام۔ ع[13] قربانی کے وقت پڑھے جانے والے منتر۔ ع[14] انجیر کا آسمانی درخت۔ ع[15] مشہور رشی۔ گانے والوں کے گروہ گندھروں میں ممتاز موسیقار۔ ع[16] نیک بزرگ ع[17] کپل کو کرشن کا اوتار کہا جاتا ہے سرمدے جاوید کپل اپنی تصنیف ''شریمد بھاگوتم'' کے لیے مشہور ہیں اور امر سمجھے جاتے ہیں۔ ع[18] امرت سے پیدا اور عمر جاوید کی علامت۔ وہ گھوڑا جو سمندر سے نمودار ہوا تھا جب مہا دیو نے زہر پی لیا تھا۔ ایراوت بھی اسی کے ساتھ ابھرا تھا۔

(۲۸)

میں برتر کام دُھک[19] گیوں میں ہوں اور بانوں میں بجلی
تناسل کے لیے کندرپ[20] ہوں سانپوں میں واسو کی

(۲۹)

ساوی ناگوں میں آننت اور پانی میں وارُونہ
مہا پرکھوں میں اَریا مہ، مرا ہی رُوپ ہے یامہ[21]

(۳۰)

میں دَایتوں[22] میں پرہلاد اور کلیتوں[23] میں زمانہ ہوں
درندوں میں ببر ہوں اور پرندوں میں گروڑا[24] ہوں

(۳۱)

صفائی میں ہوا، یودھوں میں رام اور مینوں میں مکرا[25]
اگر دریاؤں کے زمرے میں دیکھو تو ہوں میں گنگا

(۳۲)

سرآغاز و سرانجام و بساطِ دہر، سب مَیں ہوں
مَیں علموں میں ہوں عرفاں اور کلام و نطق و لب مَیں ہوں

---

۱۹ کام دُھک: شری کرشن کی گائیں جو آسمان میں ہیں اور بے حساب دودھ دیتی ہیں انھیں "سُرابھی" کہتے ہیں۔ ۲۰ کندرپ جنس کی علامت، کام دیوتا ۲۱ اَریامہ جنگات کا دیوتا اور یام موت کا ۲۲ دیو۔
۲۳ لفظاً زیر کرنے والے، جن میں زمان یا وقت سب سے بڑھ کر ہے۔
۲۴ جس پر وشنو نے سواری کی۔
۲۵ پربھوپاد نے اس میں (مچھلی) کو شارک بنایا ہے۔

(۳۳)

اکار[26] ابجد میں ہوں میں اور ترکیبوں میں دو اسمی
زمانِ بے نہایت اور برہما خالقِ ہستی

(۳۴)

ہوں میں ہی موت جو ہلاکِ کل، غارت گرِ کل ہے
سراسر ناریوں[27] میں بھی مرا ہی رُوپ ہے ہر شے:
سعادت، نیک نامی، خوش کلامی، ذہنی بُرّاقی
یہ سب منسوب ہیں مجھ سے یہ تعبیریں ہیں سب میری

(۳۵)

میں ہوں بھجنوں میں برہما سام[28] اور گیتوں میں گائتری
مہینوں میں ہوں ماگھ اور سب رُتوں میں فصل کیسر کی

(۳۶)

فریبوں میں قمار افضل، وہ بھی میں ہوں وہ بھی میں
شکوہ و فتح و قوّت، فائق و برتر ہے جو بھی میں[29]

---

[26] سنسکرت ابجد کا پہلا حرف (دو اسمی مرکب) سے شارح "رام کرشن" مراد لیتے ہیں۔

[27] "ناری" سے مراد یہاں اسمائے مونث ہے۔

[28] سام وید کا ایک مترنم اور مقبول بھجن۔ء

[29] دلیما لائی تلمیحات اور صیغۂ واحد متکلم سے قطع نظر وحدت الوجود کے قائل صوفیا کے ہاں اسی طرح کے تخیلات ملتے ہیں ؎

شعلہ ہے وہی شمع وہی ماہ وہی ہے | خورشید وہی نورِ سحر گاہ وہی ہے
مجنوں و خرابا تی و دیوانہ و ہشیار | درویش و گدا شاہ و شہنشاہ وہی ہے
خارا میں شرر ہے وہ ظفر لعل میں وہ رنگ | واللہ وہی سب میں ہے بالتّٰہ وہی ہے

کہیں واحد متکلم کا صیغہ بھی ہے:

کہیں میں غنچہ ہوں واشد سے اپنی خود پریشاں ہوں | کہیں گوہر ہوں اپنی موج میں میں آپ غلطاں ہوں

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳۷)

ورِشنی کا ہوں واسودیو، ارجن پانڈوؤں میں ہوں
ہوں رشیوں میں ویاس اور ہاں اُشانا گیانیوں میں ہوں

(۳۸)

میں ہوں فرمانروائی کا عصا، فاتح کی حکمت بھی
خموشی راز کی، دانائی ہوں، اہلِ فراست کی

(۳۹)

میں ان سب کے علاوہ تخم ہوں تخلیقِ عالم کا
بنا جس کے نہ ہو کچھ بھی، جو ہے سب اُس سے ہے پیدا

(۴۰)

مری قدرت نہیں ایسی کہ جو اظہار میں آئے
یہ جو کچھ بھی کہا، رن وِیر! تھا مُشتے زخروارے

(۴۱)

بس اتنا جان لو ہر شے حسیں، پُر نُور، پُر ہیبت
نہیں کچھ بھی مگر ہاں پَرتوِ یک شمّہ قدرت

کہیں میں ساغرِ گل ہوں کہیں میں شیشۂ مُل ہوں:
کہیں میں شورِ قُلقُل ہوں کہیں میں ہوئے مستاں ہوں
کہیں میں برقِ خرمن ہوں کہیں میں ابرِ گلشن ہوں
کہیں میں اشکِ دامن ہوں کہیں میں چشمِ گریاں ہوں
کہیں میں عقلِ آرا ہوں کہیں مجنونِ رسوا ہوں
کہیں میں پیرِ دانا ہوں کہیں میں طفلِ ناداں ہوں وغیرہ

(بہادر شاہ ظفر)

گویا ایک پورا یا ادھورا اوتار ہر انسان میں موجود ہے۔ کرشن ان اوتاروں میں ممتاز اور ایک کامل اوتار تھے۔

(۴۲)

مگر ارجن میں کہتا ہوں
مری قدرت کو پانے کی تمھیں کیوں اتنی چنتا ہے
حقیقت کا مری بس ایک ذرّہ ہے، جگت کیا ہے
میں پھر ویسے کا ویسا ہوں

باب (۱۱)

ذاتِ حقیقی کا کائناتی جلوہ

(۱)

کہا ارجن نے میں سمجھا
جو مجھ پر آپ نے روشن کیے اپنی نوازش سے
رموزِ باطنی ادھیاتما[۱] ذاتِ حقیقی کے
ہوا زائل گماں میرا

(۲)

کھلا سرّ اور سبب بود و نبودِ خلقِ عالم کا
کرم ہے پدم جیسی آنکھ والے! آپ کے دم کا

(۳)

بلا شک میں نے مانا آپ کو اور آپ کو دیکھا
دکھائیں مجھ کو پرشوتم الوہی جلوہ بھی اپنا

(۴)

اگر سمجھیں میں ہوں یوگیشور[۲]! اہل اس نظارے کا
تو دکھلائیں جمالِ مطلق و نا منقلب اپنا

ع۱ دیکھیے حاشیہ باب ۷، اشلوک ۲۹۔ ع۲ یوگ شکتی کے خداوند۔ بعض مترجمین نے یوگیوں کے خداوند لکھا ہے۔

(۵)

شری بھگوان[3] نے فرمایا:

کہ ہاں اے پارتھا دیکھو فراواں میرے اب جلوے
جو بوقلموں و زنگارنگ کُل عالم میں ہیں بکھرے

(۶)

اے فخرِ قومِ بھارت کے
کرو نظارہ آدِتیوں وسُوئوں اور اَشوِنیوں کے گوناگوں سرُوپوں کا
مُروتوں اور سب دیوؤں کا۔ میں تم کو وہ جلوے اب دِکھاؤں گا
کِسی نے جو نہیں دیکھے۔

(۷)

اِسی دَم آج تُو اے مَردمِ بیدار[4] دیکھے گا
مرے اس جسم میں سب کچھ سمایا، ضم ہوا، یکجا
جو ہے، تھا، یا کبھی ہوگا۔

(۸)

اِن آنکھوں سے نہ دیکھو گے مگر تم اس نظارے کو
بصارت تم کو دیتا ہوں میں رُوحانی، لو اَب دیکھو!

(۹)

کہا سنجے نے اے راجن![5]
مہایوگیشوَر شری کرشن نے یہ کہہ کے اَرجُن پر
کیا کچھ یوں ہویدا عالمِ لاہوت[6] کا منظر

ع۳ یہ بھگوان اور بھگونت دونوں کا مختلف ہے۔ ع۴ ”گُڈاکیشا“ دیکھیے باب ا شلوک ۲۴۔

ع۵ یہاں سنجے پھر راجہ دِھرت راشٹر سے مخاطب ہے۔

ع۶ اصلاً ”پرم رُوپ“ مقام لاہوت وہ مقام جہاں پہنچ کر سالک کو ذاتِ الٰہی کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔

(۱۰-۱۱)

کر دیکھے اُس نے اُن کے ان گنت مُکھ، اَن گنت آنکھیں
جمال آرا لباسِ رنگ رنگ و پُر جواہر میں
انوکھا ہار گلہائے بہشتی کے سجے بر میں
عجب مہکار پھیلی اور سماوی اسلحہ چمکیں

(۱۲)

ہزاروں شمسِ بازغ آسماں پر ایک دَم اُبھریں
تو شاید جلوۂ ذاتِ حقیقی کے قریں پہنچیں

(۱۳)

جو موجودات ساری منتشر عالم بہ عالم ہیں
نظر آیا کہ یکجا کرشن ہی کی ذات میں ضم ہیں

(۱۴)

تب اَرجُن نے کہ تھا حیرت میں ڈوبا اور کھڑے تھے رونگٹے اس کے
ادب سے سَر جُھکایا اور کہا پرنام، پھر کی عرض بھگون سے

(۱۵)

کہ دیکھا میں نے سب دیوؤں کو یکجا آپ کے اندر
براجے پدمؔ پر برہما بھی، اور موجود شِو شنکر

(۱۶)

تمھارے رُوپ میں وِشو یشوَر میں دیکھتا ہوں کتنے مُکھ، کتنے شکم
اور کتنی ہی آنکھیں
تصور ابتدا اور انتہا اور بیچ کا گُم ہو گیا، بے ربط ہے
اس سارے منظر میں

ؔ برہما کا پدم یا کنول کے پھول جیسا تخت

(۱۷)

مُرصّع افسر و گُرز و عصا، ہو لیس تم جس سے
ضیا پاش اس طرح ہر سُو بھڑکتی آگ ہو جیسے

(۱۸)

تمہی سنسار کا ست ہو، سہارا ہو، حقیقت ہو
قدیم و دایم، اور رکھّے دوامی دھرمؒ کی پت ہو

(۱۹)

حدوں سے ماورا ہیں آپ، کیسی ابتدا، کیا انتہا اور بَین ہر دو کیا
یہ سُورج چاند تارے آپ کی چشمانِ لاتعداد ہیں گویا
نہیں اندازہ کوئی آپ کے لاانتہا ہاتھوں کی شکتی کا
یہ ہستی کیا ہے پرَتو ہے فقط نُورِ تجلّی کا

(۲۰)

زمیں تا آسماں ہر سمت میں ہیں آپ کے جلوے
وہ جلوے جن کی ہیبت سے ہیں تینوں لوک تھرّائے

(۲۱)

اُترتے دیکھتا ہوں آپ میں میں دیوتا سارے
لرزتے، ہاتھ جوڑے، عاجزی کرتے، بھجن گاتے

(۲۲)

سبھی ہیں رُدر، آدتیہ، وسُو، سادھیہ گروِت اشونِ پرے باندھے
بزرگانِ سلف، گندھرو، یکشا اور اسُور حیرت سے ہیں تکتے

(۲۳)

ہیں سہمے دیکھ کر رُخ پُر تجلّی آپ کے اور اَن گنِت آنکھیں
شکم، بازو، قدم، دندانِ پُر ہیبت نے ڈالا ہے اچنبھے میں

ؒ سناتن دھرم۔

(۲۴)

یہ رنگا رنگ پُرعظمت سراپا چرخ کو چھوتا
یہ نُور افشاں عظیم آنکھیں، یہ باب وا دہانے کا[۹]
نہیں ممکن مری تاب و تواں سے سامنا ان کا
اُڑے جاتے ہیں وشنو! ہوش میرے سر ہے چکراتا

(۲۵)

ہیں دہشت ناک مثلِ موت یہ دانت اور یہ چہرے
پنہ گاہِ جہاں! بے بس ہوں میں مجھ پر دیا کیجے

(۲۶-۲۷)

وہ سارے پُوت دسرت کے وہ راجا ہم عناں اُن کے
سبھی بھیشم درون اور کرن، اور خود شُورما میرے
سماتے جاتے ہیں قعرِ دہاں میں آپ کے، بے بس
کٹے، کچلے، پسے جاتے ہیں سر دانتوں سے ہو کر مس

(۲۸)

سمندر کے شکم میں جیسے دریا آ کے بھرتے ہیں
یونہی دَل فوجیوں کے آپ کے اندر اُترتے ہیں

(۲۹)

پتنگے بے تحاشا بھسم جیسے شعلے پر آ کے ہوتے ہیں
یونہی بے اختیار انسان اس قعرِ دہاں میں خود کو کھوتے ہیں

(۳۰)

نظر آتی ہے جَولاں، شعلہ افشاں دہر میں برقِ فنا ہر سُو
نگلتا جا رہا ہے خلق کو دہکا ہوا سا وہ دَہن، وِشنو!

---

۹ دِیپْتیا وِشال نیترم = چمکتی فراخ آنکھیں۔ ویاتا آنن لیلا فراخ منہ۔

(۳۱)

نمستے اے بھینکر روپ والے دیووں کے دیوا
بتائیں ہے حقیقت آپ کی کیا اور مقصد کیا

(۳۲)

شری بھگوان یوں بولے:
زماں ہوں، کال ہوں اکال ہوں ہیں سارے عالم کا
کوئی مجھ سے نہیں بچتا، یہ لشکر سب فنا ہوگا
فقط باقی تمھیں ہوگے۔

(۳۳)

تو اُٹھو اور لڑو اور فتح پاؤ اپنے دشمن پر
کرو پھر راج شاد آباد دھرتی کے سنگھاسن پر

(۳۴)

مری جانب سے تو خلقت یہ کب کی مرچکی ساری
بہانہ ہے قدر انداز یہ تیری کماں داری[۱]

(۳۵)

یہ سارے جنگجو درون اور بھیشم، جے درتھ، کرنا
گئے بجلی، بس تمھیں تکمیلِ کارِ جنگ ہے کرنا

(۳۶)

کہا سنجے نے دسرتھ سے
کہ مہراج ارجن ان باتوں کو سن کر کرشن کیشو کی
ہوا ہیبت سے لرزاں، ہاتھ جوڑے اور اماں مانگی

---

[۱] یہاں شری کرشن نے ارجن کو "سویہ ساچن" کہہ کر مخاطب کیا ہے، لفظاً: "بائیں ہاتھ سے کمان پکڑ کر تیر چلانے والا"۔ مراد تیر انگن۔ یعنی یہ عمل تو ایک طے شدہ امر کی خانہ پری ہے۔

(۳۶)

کہا: ہرکیش! جن کے نام اور چھب پر زمانہ وجد کرتا ہے
اُدھر ہے راکھشوں کا غول ڈرتا اور ہر جانب بکھرتا ہے

(۳۷)

یہ کیوں سرکش ہیں، گو ہیں آپ برہما سے بھی بالاتر
جگت کا آسرا، بے انت اکشر، ست است، گیر دھر[۱۱]

(۳۸)

تمہی ہو آدِ دیوا[۱۲]، نفسِ اولیٰ، دہر کے داور
شہود و غیب کے عالم، تمہی سے ہیں یہ سب منظر

(۳۹)

تمہی ہو باو، اگنی، جل، پر جاپتی اور اُڈو لا با
نمستے تم کو سو سو بار سو سو بار پھر مولا!

(۴۰)

نمستے تم کو برزخ سے پس و پیش اور پہلو سے
کہ تم ہی تم ہو بے حدّ و نہایت ہر طرف پھیلے

(۴۱-۴۲)

تمھیں کہتا رہا ہوں "کرشن"، "یادو"، "مِتر" میں پہلے
یہ میری بھول تھی، انجان پن تھا، عفو کر دیجے
جو غفلت یا محبت میں ہوئیں گستاخیاں مجھ سے
تھے جب ہم کھاتے پیتے، بولتے ہنستے، بہم لیٹے

عا۱ اکشر = قائم، ثابت۔ ست است کا ترجمہ پربھو پادا علّت و معلول (CAUSE AND EFFECT) کرتے ہیں، زائنر ZACHRER پربھا دنندا اور اِشرِ ووڈ (PRIME CAUSE OF ALL)

عا۲ معبودِ اوّل

(۴۳)

پتا ہو چل اَچل جگتوں کے اور ترلوک کے تم ہی
گرُو بھی، دیو بھی، تم سا نہیں ممکن کہ ہو کوئی

(۴۴)

تمہارے سامنے ایشر[۱۳] جھکاتا ہوں ادب سے سر
کہ ہو معبودِ کُل عالم، کرم کی ہو نظر مجھ پر

(۴۵)

میں گو خورسند ہوں اُس پر جو دیکھا میں نے اَن دیکھا
مگر دہشت بھی ہے، تسکین دیں دِکھلا کے رُوپ اپنا

(۴۶)

مُکٹ اور چکر، گُرز اور شنکھ لے کر جلوہ آرا ہو
چترُبھج[۱۴] کے سراپائے حسیں میں سہسرا با ہو!

(۴۷)

شری بھگوان نے فرمایا
کہ ارجن میں نے پُر شکوہ و پُر جلال اپنا
خوشی سے تم کو دِکھلایا، کسی نے جو نہ دیکھا تھا

(۴۸)

نہ ہرگز وید، یجن اور دان پُن کے بَل پہ جیتے جی
کوئی دیکھے گا وہ جلوہ، یہ قسمت صرف تیری تھی

۱۳؎ اصلاً: ایش۔ بھاشا میں ایشر ایشور کی شخصیت ہے۔ ۱۴؎ چترُبھج: "چار بازوؤں والا" کرشن کا معروف سراپا۔ "سہسرا باہو" ہزار بازوؤں والے سنسکرت کی تراکیب میں جو اختصار ہے اردو میں منتقل نہیں ہو سکتا۔ القاب کا بہر حال اصل شکل میں رہنا بہتر ہے

(۴۹)

جو میرا گھورؔ[۱۵] رُوپ آیا نظر، اب اُس کو جانے دو
نہ سہمو، لو وہ میری صورتِ مانوس پھر دیکھو

(۵۰)

کہا سنجے نے دسرت سے :
یہ کہہ کر واسدیو ارجن کی آنکھوں پر ہوئے ظاہر
چتر بھج رُوپ میں اِک بار، پہلی شکل لے کر پھر

(۵۱)

کہا ارجن نے انسانی سَراپا آپ کا دیکھا
جَمال افروزؔ[۱۶] جیسا تھا، تو اب مجھ کو قرار آیا

(۵۲)

شری بھگوان نے فرمایا :
مِرے اس رُوپ کی بھی دید کچھ آساں نہیں ہوتی
رہی ہے دیوتاؤں کو تلاش و جستجو اس کی[۱۷]
کسی نے بھی نہیں پایا

(۵۳)

تپسؔ، یگیہ کہ دان، اِن میں سے کچھ کام آ نہیں سکتا
سماں جو تم نے دیکھا ہے کسی نے بھی نہیں دیکھا

ع[۱۵] "گھورم"۔ ع[۱۶] اصلاً سومیم یسوم جیسا (کیف آور) زائنر نے (FRIENDLY AND KING) ترجمہ کیا ہے، پربھوپادا نے VERY BEAUTIFUL سوم کے ایک معنی چاند بھی لغات نے دیے ہیں، نرم و ملائم بھی۔ ع[۱۷] پربھوپادا کا اضافہ WHICH IS SO DEAR وہ شریدبھاگوتم کا قول نقل کرتے ہیں کہ جب کرشن دیوکی کے پیٹ میں تھے تو دیوتا ان کے دیدار کے منتظر کھڑے رہے۔

(۵۴)

مری بھکتی ہی سے ممکن ہے مجھ کو دیکھنا ارجن!
جو میرا بھکت ہو جائے وہ مجھ کو پائے گا ارجن!

(۵۵)

رہا ہو کر علائق سے فقط جو بھکت ہو میرا
مجھے چاہے وہ مجھ سے آ کے مل جائے گا اے پانڈو

باب (۱۲)

طاعت و ریاضت

(۱)

کہا ارجن نے کچھ ایسے ہیں بھگتوں میں
جو رکھتے ہیں سراپا آپ کا پیشِ نظر اپنی عبادت میں
پجاری کچھ ہیں ذاتِ ماوراء وید کے بھی محو تت ست میں
تو کون افضل ہیں بتلائیں۔

(۲)

شری بھگون نے فرمایا:
مرے نزدیک وہ اچھا ہے جو مجھ سے لگائے لو
مرا ہی بھگت ہو، دیکھے مجھی میں حق کا وہ پرتو
میں ہوں جس روپ میں آیا۔

(۳-۴)

مگر وہ جو ہیں جویا ذاتِ بے محسوس و بے معلوم و بے تغییر و برحق کے [۱]
رکھیں حسوں پہ قابو جان و تن سے دھیان میں ڈوبے

---

[۱] اَوِیکتَم = غیر محسوس، اچینتیم = ناقابل ادراک، اَچلَم دھرُودَم = لم یزل و لایزال اس میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ جس کا روپ نہیں بدلتا یا کوئی روپ ہی نہیں جو بدلے۔ بقول سوامی پربھو پادا، حسیات سے بالاتر ہو جانے کے بعد انسان براہِ راست روح کو پہچانتا ہے جو سب میں جاری و ساری ہے صرف جسم کو نہیں (ص ۵۹۹)

لگاؤ ہو نہ لاگ اُن کو، ہوں عافیت طلب سب کے
تو وہ بھی آخرش پائیں گے مجھ کو اور مرے ہی پاس آئیں گے

(۵)

کٹھن لیکن بہت عرفانِ ذاتِ حق کی منزل ہے
پہنچ بے کالبدؔ تک کالبُد کی سخت مشکل ہے

(۶-۷)

جو میرا دم بھریں، مجھ سے لگائیں چت مرے ہو کر
مجھی کو دھیان میں رکھیں، مجھی پر ہو نظر یکسر
رہا کر دوں گا ان کو پارتھی! میں گرم چکّر سے
اُٹھا لے جاؤں گا سنسار کے پُر شور ساگر سے

(۸)

مجھی پر دھیان رکھّو مجھ کو سمجھو اور مجھے پُوجو
تو لازم ہے کہ تم مجھ میں سماؤ اور میرے ہو

(۹)

یہ مشکل ہے اگر تم سے تو پھر یوگا پہ عامل ہو
اسی صورت سے آخر تم دھننؔ جے! پاؤ گے مجھ کو

(۱۰)

ریاضت ہو اگر دشوار یوگا کی تو پھر یہ ہو
عمل جو ہو مری خاطر سے ہو، منزل مجھے سمجھو

(۱۱)

اگر یہ بھی نہ ممکن ہو تو پھر رکھّو لحاظ اتنا
کہ ہو گرم عمل لیکن، عمل کے پھل سے بے پروا

ع۲ ,, دولت حاصل کرنے والا ,, ارجن کو اس لقب سے مخاطب کیا گیا ہے۔

(۱۲)

ہے گیان ابھیاس[۳] سے برتر تو دھیان اُس سے بھی کچھ بڑھ کر
اور ان سے بھی سوا ترکِ ثمر کو کیجیے باور

(۱۳-۱۴)

جو بے بغض و حسد ہمدرد ہو ہر ایک ذی حس کا
ہو بالکل دعویٔ ما و منی سے پاک دل جس کا
چھما[۴] سے کام لے، سنتشٹ[۵] ہو، دُکھ سُکھ سے بے پروا
لگا لے دھیان جو مجھ سے، بشر ہے وہ مجھے پیارا

(۱۵-۱۶)

نہ اوروں کو خطر اس سے، نہ اوروں سے اُسے وحشت
خوشی اور رنج میں بے وسوسہ بے خوف باہمت
مُبرا خواہشوں سے، بے نیاز، آزاد و بے پروا
پوتر اور باصفا اور پاک دل، وہ ہے مجھے پیارا

(۱۷)

نہ ہو جو عیش کا رسیا، نہ ہو جو رنج میں گریاں
بشر ہے وہ مجھے پیارا، جو دُکھ سُکھ میں رہے یکساں

(۱۸-۱۹)

برابر بیر اور بیری سے ہو مانوس جس کا دل
نہ سمجھے مان اور اپمان کو چنتا کے جو قابل

---

۳ ابھیاس = ریاضت

۴ چھما = عفو و درگزر۔

۵ = مطمئن۔

نہ گرم و سرد سے بےکل، نہ ننگ و نام[6] کی پروا
مگن[7]، خاموش[8]، آزادِ مکاں[9] وہ مجھ کو ہے پیارا

(۲۰)

جو مانے اِن اَمر[10] اقوال کو اور بھگت ہو میرا
رکھے وشواس جو مجھ پر بہت ہو وہ مجھے پیارا

ع۶ اصلاً نِندا اور ستتی ۔ ننگ و نام
ع۷، ع۸، ع۹ اصلاً: سنتشٹ مون، اَنکیت (= بے ٹھکانا)
ع۱۰ زائنر وغیرہ نے اَمرتم کا ترجمہ DEATHLESS ہی کیا ہے، سوامی پربھو پادا نے
UNDERSTANDING جو بظاہر دور از کار ہے۔

باب (۱۳)

وجود اور اس کا شعور

(۱)

کہا ارجن نے اے کیشوؔ[۱]!
ہے فطرت کیا، بشر کیا، کِشت کے اور کِشت آگاہی کے کیا معنی؟
سمجھنا چاہتا ہوں میں حقیقت عِلم کی بھی اور عالِم کی
پتہ اس کا بھی دیں مجھ کو۔

(۲)

شری بھگون نے فرمایا:
بدن ہے کِشت، اسے جانو تو ہے یہ کِشت آگاہی
شناہے اور کہاہے جاننے والوں نے اتناہی
یہی ویدوں میں ہے آیا۔

(۳)

سُنو بھارتؔ[۲]! کہ میں ہی آشنائے کِشت ہوں یعنی
رواں ہر جسم میں ہوں اس کو جانو عِلم ہے یہ ہی

(۴)

ہے کیا یہ کِشت اور کیسی، بدلتی کیوں ہے اور کیسے
علیم کِشت کی قدرت سنو اب مجملاً مجھ سے

ع۱ اصلاً کیشوؔ بروزن یارب عام کیشو۔ اکثر مخطوطات میں یہ پہلا شلوک حذف ہے۔ ع۲ بھرتا سے منسوب یعنی بھرت کی اولاد۔

(۵)

بہت رشیوں نے بہتیری طرح کھولے ہیں یہ نکتے
پدوں اور برہم سوتر[۳] میں بڑی روشن دلیلوں سے

(۶)

عناصر، عقل، نفسِ ناطق[۴] اور گیارہ حواس اُس کے
وہ پانچوں اندریاں بھی جن پہ یہ مبنی ہیں لے لیجے

(۷)

اور اس کے ساتھ لیجے اُلفت و نفرت کو دُکھ سُکھ کو
تخیل، فکر اور ایماں۔ یہ سب کچھ کشت ہے دیکھو

۸ - ۱۲

سنو پہچان گیانی کی یہ ہے نفیِ انا، عجز اور رواداری
اہمسا، صُلح جُوئی، سادگی، نا مردم آزاری
ارادت پیر[۵] سے، پاکیزگی اور استقامت بھی
کنارا اِندریوں سے، ترکِ لذّات اور بے نفسی
تُوکّل جان کر بھید آفتوں کی اصل و عِلّت کا
یہ ہیں جنم اور مرن، آزارِ جانی، پیری اور پیڑا
نہ ہوگا چاؤ اُس کو پُوت پتنی، گھر، گرہستی کا

عـ۳ برہم سوتر یا ویدانت سوتر دیاس ذیو کی تصنیف۔

عـ۴ اصلاً: اہنکار مراد خودی یا انا۔ اس شلوک کے ترجموں میں خاصا جزوی اختلاف ہے۔ خلاصۃً ان تمام اجزائے کثیف و لطیف کو لے لیا گیا ہے جن سے فرد کی شخصیت بنتی ہے: حیاتی عناصر، ایگو، حواس، جذبات فکر، تخیل اور معتقدات، اور انھیں اصطلاحاً کشت یا کھیت (کشیتر) قرار دیا ہے۔

عـ۵ اصلاً: آچاریہ

سُبھاؤ ہے سدا شادی غمی میں ایک سا رہتا
مری بھکتی سے سرشار اور محو اپنی ریاضت میں
جمائے یوگ آسن ہو کے یکسُو کُنجِ عُزلت میں
لگن گیانی کو ہو اپنی خودی[۶] کے بھید پانے کی
یہی ہے گیان سچّا، یہ نہ ہو تو صرف گُمراہی

(۱۳)

بتاؤں بھید اب اس کا، ہے جس کا جاننا لازم
اور اس کو جاننے سے پاؤ گے تم فرحتِ دائم
وہ ہے برہمن، قدیم و بے نہایت اُس کو کیا کہیے!
سَت اور اَسَت[۷] کچھ اس کی ذات سے نسبت نہیں رکھتے

(۱۴)

ہر اک جا ہر طرف ہے ہاتھ پیر آنکھ اور رُخ اس کا
وہ سُنتا ہے سبھی کچھ اور خبر ہر شے کی ہے رکھتا

(۱۵)

مُبرّا حاسّوں سے خود ہے وہ خالق ہر اک حس کا
ہے ربِّ کائنات اُس سے علاقہ کچھ نہیں جس کا

(۱۶)

ہے سب میں اور جدا سب شے[۸]، رواں کیا اور جامد کیا
شعور و فہم سے بالا، بعید اتنا، قریب اتنا

ع۶ اُدھیاتم جنان: اپنے ذات کے متعلق علم۔ ع۷ اصلاً: اُسے ست کہہ سکتے ہیں نہ اسَت۔ پربھو پادا: وہ علت و معلول کی منطقی سوچ سے بالاتر ہے۔ ع۸ ''تو سب میں ہے اور سب سے جدا! واحد و شاہد'' (بہادر شاہ ظفر)

بظاہر منقسم اور پھر بھی کامل قائم و باقی
جو ہر ہستی کو پالے بھی، مِٹائے[9] بھی، بنائے بھی

(۱۸)

ہر اک شے اس سے ہے روشن،
ہے یکسر نورُ الانوار اور ورائے ظلمت اس کی ذات
وجودِ واجب العرفاں، خرد کی غایت الغایات
ہر اک دل جس کا ہے مسکن

(۱۹)

تو یہ بھی کیفیت کشت اور گیان اور ذاتِ برحق کی
کہ جس کا جاننا ہے لازم و واجب یہ ہے بھگتی
سمجھ کر اس کو میرے بھکت جانیں گے۔ مری ہستی
ملے گا گیان ان کو اور ملے گی میری قربت بھی

(۲۰)

ہے فطرت بھی اَنادی[10] فرد بھی اور قلب ہیئت کیا،
عمل ہے وہ بھی فطرت کا سبب فطرت ہے خود اس کا

(۲۱)

یہ عالم یہ جہانِ مادّی ہے خود سبب بنتا
تغیّر رونما ہوتے ہیں جو بھی اس میں اُن سب کا

(۲۲)

جہانِ مادّی میں گھر کے جو دِلدادہ ہے اس کا
تو دیکھا چاہیے کس کو کھ[11] سے ہے پھر جنم لیتا

ع۹ اصلاً: گرسنشنو۔ نگلنے والا۔ ع۱۰ جس کی ابتدا نہ ہو۔ قدیم۔ ع۱۱ سوامی پربھوپادا نے یونی کی تعبیر نوع (SPECIES) سے کی ہے۔

(۲۳)

اسی قالب میں لیکن رُوحِ اعلیٰ بھی ہے پنہاں، حاضر و ناظر
مہیش اس کو کہو، پرماتما جانو، شریکِ کیف، خوش خاطر[۱۲]

(۲۴)

حقائق کو وجودِ مادّی کے جس نے پہچانا
جہانِ مادّی میں پھر اسے واپس نہیں آنا

(۲۵)

خود اپنی ذات میں ہیں ہستیِ اعلیٰ کو ہیں پاتے
بشر کچھ دھیان سے، کچھ سانکھیہ[۱۳] یا کرم[۱۴] یوگا سے

(۲۶)

جو اس گوں کے نہ ہوں وہ ذکر اُس کا سُن کے اوروں سے
ہیں بنتے بھکت اُس کے اور ہیں وہ بھی مخلصی پاتے

(۲۷)

جو موجودات جامد ہیں یہاں یا جان ہے جن میں
ہُوَیدا اتحادِ کشت و کشت آگاہ[۱۵] ہے ان میں

(۲۸)

جو پرمیشر کو دیکھے جلوہ گر ہر ایک ہستی میں
نہ سمجھے گا اسے فانی، اسے صاحبِ نظر جانیں

---

۱۲ اصلاً: مہیشر شاہ بمعنی لطف اندوز۔ تمہارے ہر دکھ سکھ میں شریک ۱۳ مراد یہ کہ تفحص علمی سے بھی بصیرت پیدا ہوتی ہے ۱۴ کرم یوگا کے مفہوم میں نہ صرف ریاضت بلکہ بے لوث عمل بھی شامل ہے۔

۱۵ یہ "کھشیتر جنا" کا لفظی ترجمہ ہے جو بطور اصطلاح اختیار کیا گیا ہے۔ مراد غالباً خالقِ کشت ہی سے ہے۔ سب انگریزی مترجمین نے " KNOWER OF THE FIELD " ترجمہ کیا ہے۔

(۲۹)

جو یہ جانے رواں سب میں وہی اک رُوحِ اعلیٰ ہے
اسے ہیمِ ضرر کیسا، وہ منزل پانے والا ہے

(۳۰)

جو یہ سمجھے عمل سب تابعِ قانونِ فطرت[16] ہیں
نہیں دخلِ بشر جس میں، اسے صاحب نظر جانیں

(۳۱)

نظر آئے جسے کثرت میں جلوہ نُورِ وحدت کا
تو سمجھو پا گیا وہ گیان برہمن[17] کی حقیقت کا

(۳۲)

اَمر ہے آتما اور گو بسی ہو جسمِ خاکی میں
عمل سے نا ملوّث ہے نہیں فرق اس کی پاکی میں

(۳۳)

سما[18] ہے جیسے طاری ہر طرف، ہر جوف میں ساری
ہے یونہی آتما ہر سُو، کثافت سے ہے گو عاری

ع۱۶ سوامی پربھو پادا کی شرح کے مطابق یہاں مراد اعضائے جسمانی کے فطری عمل سے ہے جو ارادے سے تعلق نہیں رکھتے مگر یہ کوئی ایسی گہری حقیقت نہیں جسے صاحب نظری کہا جائے۔ شاید جسم کی بقا دفنا سے مراد ہو یعنی مرنا جینا ایک فطری عمل ہے اور فطرت خود پرماتما کی تخلیق ہے۔ مگر روح کو فنا نہیں۔

ع۱۷ روحِ اعلیٰ۔ دیکھیں حاشیہ شلوک ۲۷ پر۔

ع۱۸ اصلاً: پرکاش۔ پربھو پادا نے Sky زائز نیز پربھا دنند اور شرووڈ نے EITHER لکھا ہے۔

(۳۴)

جہاں کو مہر جیسے نُور سے مَعمُور کرتا ہے
وہ ناظر کشت کا[۱۹] یوں کشت کو پُر نور کرتا ہے

(۳۵)

جو دیکھے چشمِ دل سے فرق کشت اور کشت والے کا
پکڑ لے مخلصی کی راہ پالے منزلِ اعلیٰ

دیکھیے شلوک ۲۷ پر

۱۹؎ کشت آگاہ۔

(۵۶)

(۳۱)

تو سمجھ پا گیا وہ گیان برہمن کی حقیقت کا

(۳۲)

(۳۳)

باب (۱۴)

جہانِ فطرت کے تین روپ

(۱)

شری بھگوان کہتے ہیں :
وہ اتم[1] گیان، اہلِ معرفت کی دانشِ اعلیٰ
جسے پاکر ہی پاتے ہیں مُنی سب جگ سے چھٹکارا
تمھیں اب بخشتا ہوں میں

(۲)

جو ہوں اس گیان میں راسخ وہ ہو جاتے ہیں مجھ جیسے[2]
مُبرّا حلقۂ بود و فنا سے، جنم پرلے[3] سے

(۳)

یہ سارا عالم فطرت ہے کیا؟ اِک کوکھ ہے گویا
جو کرتی ہے یہ سب جانیں مرے ہی بیج سے پیدا

۱۔ اصلاً : بھُویہ = مکرّر، دوبارہ ۔

۲۔ اصلاً : میری "رسادھرمیہ"، پاتے ہیں۔ اس کو پربھوپادا نے میری اصلیت (MY NATURE) لکھا ہے زائنر نے RANK پربھانند اور اشروُوڈ نے MADE ONE WITH ME ترجمہ کیا ہے۔

۳۔ اصلاً : اتپجن اور پرلے = خاتمہ

(۴)

مہا برہمن[۴] یہ جگ کی کوکھ جس کے یہ مظاہر ہیں
ہری ہوتی ہے مجھ سے، باپ میں ہوں جنم داتا ہیں

(۵)

عبارت دہر ست سے، اور رجس[۵] سے اور تمس سے ہے
سدا اہلچل میں روحِ غیر فانی اس کے مس سے ہے

(۶)

ہے ست پاکیزہ و روشن، مبرّا ہر برائی سے
یہ دیتا ہے شعور اور سکھ کی چاہت بھی سن اے بھولے[۶]

(۷)

رجس سے ہے ہوس پیدا جو اکساتی ہے کاموں پر
لبھاتے ہیں بشر کو، کونتے! اعمالِ بار آور

(۸)

تمس ہے جہل و گمراہی جو بھٹکاتی ہے سن بھارت[۷]!
نتیجہ جس کا وحشت، کسلمندی، خواب اور غفلت

(۹)

ست آگاہی رجس ہے ذوقِ کارِ پُر ثمر دیتا
تمس کی دین وحشت کے سوا کچھ بھی نہیں اصلاً

---

۴ جگت، فطرت یا پرکرتی یا عالم کو "مہا برہمن"، کہا گیا ہے۔ برہمن کے کئی معنی ہیں۔ یہاں فطرت سے مراد ہے جو مظہر الہٰی ہے۔ سب مترجمین نے اسے جہانِ فطرت کے معنی میں لیا ہے۔ ۵ نیکی، جذبہ اور جہل یا تاریکی۔ ۶ "اناگھ" سادہ و معصوم۔ ۷ بھرت کے خاندان کا چشم و چراغ۔

(۱۰)

ہمیشہ اِک کشاکش سی بُپانینوں میں رہتی ہے
کبھی یہ اُس پہ حاوی ہے کبھی وہ اِس پہ حاوی ہے

(۱۱)

بڑھیں گی برکتیں ست کی تبھی جب تن کے دروازے
کھُلے ہوں سب کے سب پرکاش جن سے گیان کا آئے

(۱۲)

ہو گر جذبات کا غلبہ، بڑھیں گے وُلوُلے دل کے
ہَوس پھر اس کے پھل کی بھی بھرت کے پُوت مُن مجھ سے

(۱۳)

تمس چھا جائے پرانوں پر تو پیدا ہو گا بُورا پن
اور اس کے ساتھ اندھیرا، بے دلی، سستی، اُکُرو نندن!

(۱۴)

مگر جو شتیہ کو مَن میں بَسا کر پران تیاگے گا
حق آگاہوں کے پاکیزۂ جہاں میں یار پائے گا

(۱۵)

جو جذبوں کے اثر میں ہو، ملے گا۔ کام جُو یوں میں [۱۰]
تمس میں مرنے والا جنم لے گا بے شعوروں میں [۱۱]

۸؎ اصلاً: سَتوَ ۹؎ اصلاً: اَملام = بے کثافت، لطیف ۱۰؎ اصلاً، کرم سنگشو = اہل علم۔ پربھوپادا: THOSE ENGAGED IN FRUITIVE ACTIVITIES کام جو اسی کا مترادف ہے رقیب۔ حافظ و بوستاں بہ کام اندو تازہ بتازہ نو بنو"۔ سٹائن گاس نے "کام خواہ" بھی دیا ہے) ۱۱؎ اصلاً: "مُوڈھا یونی" جیسے (موڈھا کی کوکھ) پربھوپادا نے ANIMAL SPECIES انواع حیوانات قرار دیا ہے، دوسرے مترجمین موڈھا کا ترجمہ DULLARD یا DELUDED FOOLS کرتے ہیں جو لغوی طور پر درست ہے۔

(۱۶)

ملے گی نیکی سے پاکی ثمر خواہی سے رنجوری
تمس کی کارفرمائی سے وحشت، جہل، تاریکی

(۱۷)

عطا نیکی کی ہے پاکی تو جذبوں کی ثمر خواہی
تمس کا پھل ہے گم راہی حقیقت ہے تو بس اتنی

۱۸

جنھیں توفیق ہے ست کی، رہیں گے برتر و افضل
رجس ہے وسط میں گویا، تمس ہے اسفل و ارذل

(۱۹)

سمجھ لے جو کہ بس کردار کے یہ تین ہی گن ہیں
اور ان سے ماورا ہوں میں! اپنا لوں گا اس کو میں

(۲۰)

بدن میں جو مکیں ہے وہ اگر بالا ہو تینوں سے
تو چھوٹے جینے مرنے اور ضعیفی، سب عذابوں سے

(۲۱)

کہا ارجن نے، اے پربھو!
بھلا پہچان کیا ہے اس کی، کیا انداز ہے اس کا
چھڑا لیتا ہے ان تینوں گنوں سے جو کوئی پیچھا
یہ ہم پر کیسے ظاہر ہو؟

(۲۲)

شری بھگون نے فرمایا:

کبھی پرکاش[12] اور پیوند اور ہاں موہ بھی گر سامنے آئے
تو وہ ان کے تعلّق سے نہ ہو بیزار و نالاں اور نہ گھبرائے

(۲۳)

بھرم قایم رکھے اپنا گزر کر شوق و رغبت سے
کریں گو زور کتنا ہی تقاضے جو ہیں فطرت[13] کے

(۲۴-۲۵)

نہیں وہ شاد شادی میں، نہ غم میں وہ پریشاں ہے[14]
ڈلا ہو زر کا یا ڈھیلا، نظر میں اس کی یکساں ہے
نکوہش[15] اور نوازش، مان، اپمان، اپنا بیگانہ
سبھی کو ایک سمجھے گا نہ بھٹکے گا وہ فرزانہ
عمل کے پھل سے ہو کر بے نیاز آسودہ خاطر ہو
تو وہ ہے پتیوں سے گُن کی بالا، جان لو پانڈوا![16]

ع۱۲ یہ کم و بیش لفظی ترجمہ ہے۔ پرکاش = روشنی، پَروِرتم (چیر) = رشتہ و پیوند (بھی) (موہ) = (ادا) (ہاں) الٰہی یا توہم (بھی)، شارحین نے اس کی خاطر خواہ وضاحت نہیں کی۔ خلاصۃً مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی اچھائی برائی سے نہ دہشت کرے نہ اس کی حسرت۔ زور تمکینی اور توازن پر ہے۔ ع۱۳ اصل لفظ "گن" ہے جس کا لفظی ترجمہ خاصہ بھی ہو سکتا ہے۔ بعض انگریزی مترجمین نے اسے CONSTITUENTS OF NATURE کہا ہے بعض نے گُن ہی لکھ دیا ہے، پربھوپادا نے MODES OF NATURE ترجمہ کیا ہے

ع۱۴ بہادر شاہ ظفر ؎

میں کبھی ہوں شاد شادی میں نہ غمگیں غم میں ہوں
میرا عالم اور ہے میں اور ہی عالم میں ہوں

ع۱۵ اصلاً نندا۔ "مان اپمان" اصل متن کے الفاظ ہیں۔ ع۱۶ پانڈوؤں کے گھرانے کا فرد۔ شری کرشن دوران کلام ہیں ارجن کو کئی لقابوں سے مخاطب کرتے ہیں۔

(۲۶)

کرے جو دل سے بھکتی یوگ اپنا کر مری سیوا
بچے گا وُہ گنوں سے، مرتبہ لے گا برہمن کا[۱۷]

(۲۷)

کہ ہیں برہمن کا ہوں آدھار[۱۸] اَمر اَکُمل احد اعلیٰ
محافظ دھرم کا، واحد وسیلہ دائمی سکھ کا

---

۱۷ خط کشیدہ الفاظ اصل متن کے الفاظ ہیں۔

۱۸ اصلاً پرتِسٹھا جو اس کا مترادف ہے۔ خط کشیدہ الفاظ اصل متن کے ہیں۔ سوامی پرمانند پرتِسٹھا کا مطلب ABODE لیتے ہیں۔

باب (۱۵)
مردِ کامل اور یوگ

(۱)

شری بھگوان نے فرمایا :

کہ ہے اِک پیڑ اشوتھ[1] کا جڑیں جس کی فلک پر ہیں
زمیں کی سمت شاخیں اور وَرق ویدوں کے منتر ہیں
یہی ہے بھید ویدوں کا[2]

(۲)

ہیں گُدّے ہر طرف پھیلے۔
کہ جن کو سینچتے ہیں گُن[3] ہیں محسوسات وہ شاخیں[4]
پکڑ لیتی ہیں جڑ جو گھس کے انسانوں کے جیون[5] میں
عمل ہیں پھوٹتے جس سے۔

ع۱ اشوتھ کے معنی لغات اور اکثر مترجمین نے انجیر کا درخت دیے ہیں (لاط: FICUS RELIGIOUS) سوائے سوامی پربھوپادا کے جو اسے بڑ کا درخت بتاتے ہیں، شاید اس بنا پر کہ بڑ کی شاخیں اوپر سے نیچے کی طرف آتی ہیں۔ ع۲ لفظاً جو اس کو جانے وہ ویدوں کو جانے۔ ع۳ گُن سے مراد فطرت دیکھیے۔ حاشیہ م۱۳ پچھلے باب میں۔ ع۴ اصلاً پروال جس کا ترجمہ TWIG کیا گیا ہے پربانند نے BUD لکھا ہے۔ دونوں مشتبہ ہیں۔ زمین میں جڑ تو نیچے جھکنے والی شاخیں ہی پکڑ سکتی ہیں نہ کہ کونپلیں یا کلیاں۔ پروال کا متبادل پر بال بھی سنسکرت لغات نے دیا ہے (شاید یہ فارسی "بال" = شہپر کا ہم اصل ہو۔ "پر" سابقہ ہے۔) ع۵ اصلاً: مَنُشیہ لوک۔

(۴-۳)

بہت مشکل ہے رُوپ اور اورچھور اس پیڑ کا اِس لوک میں پانا
مگر تم کاٹ سکتے ہو اِسے ترکِ علائق کے تبر سے ہو اگر دانا
کرو کوشش سے قصد اس منزلِ قدسی کو پانے کا
جہاں فائز جو ہو جائے پلٹ کر پھر نہیں آتا
اماں میں آ کے واصل ہو کے اُس ذاتِ حقیقی سے
جسے سرچشمہ و بانی مبانی دہر[۶] کا کہیے

جو مان اور موہ، سنگ[۷] اور دوش سب کو جیت کر بیٹھے
چھُڑالے کام سے پیچھا، دُوئی[۸] کو واہمہ جانے
جو عیش و غم کو سمجھے ایک، ہو آزاد دونوں سے
وہی پہنچے سرِ منزل، مقامِ سرمدی پائے

(۶)

نہیں روشن وہ عالم چاند، سُورج یا ستاروں سے
یہ نُور و نار کیا، کچھ اور ہی انوار ہیں اس کے
تجلّی سے ہے خود اپنی فروزاں، وہ ہے گھر میرا
وہاں مل جائے جس کو بار وہ واپس نہیں آتا

ع[۶] اصلاً پَرَورِت = رواں ہونا۔ پربھوپادا: جس میں ہر شے ازل سے رہتی ہے؛ پربھاوندا اشرودڈ: FROM WHICH ALL THIS SEEMING ACTIVITY STREAMS FORTH؛ پرمانند: FROM WHICH STREAMS FORTH EVERY THING ETERNAL یہ سب تفسیریں ہیں جن کا خلاصہ اردو لفظ "دہر" (زمانِ متحرک) میں موجود ہے۔ ع[۷] خط کشیدہ الفاظ اصل متن کے ہیں "سنگ"، مراد علائقِ دنیوی۔

ع[۸] دوئی کا مفہوم شارحین نے دکھ سکھ میں تفریق کرنا لیا ہے۔

(۷)

یہ جیون کیا ہیں، میری ذاتِ لامحدود کے اجزا
جنھیں فطرت سے ہیں پانچ اِندریاں اور ذہن[9] مل جاتا

(۸)

سما کر رُوحِ اعلیٰ[10] جسم میں جب بھی اسے چھوڑے
تو اُڑ جاتی ہے لے کر اِن[11] کو خوشبو پھول سے جیسے

(۹)

وہ لے کر کام کان، آنکھوں، زباں اور لمس بینی سے
کیا کرتا ہے من کو آشنا احساس سے ان کے

(۱۰)

وہ آئے جسم میں یا جائے اس سے یا اسے برتے
عیاں ہوتا ہے دانا پر مگر پوشیدہ ناداں سے

(۱۱)

خود آگہ جو ہیں یوگی آتما میں اس کو پاتے ہیں
جو ہیں ناداں حقیقت سے وہی آنکھیں چُراتے ہیں

(۱۲)

یہ تابش مہر کی، مٹتی ہے جگ کی تیرگی جس سے
یہ تیج اگنی کا جودت چاندکی، سب رُوپ ہیں میرے

(۱۳)

اُتر جاتا ہوں دھرتی میں نہ ہے ہر جیون میں جس مجھ سے
نباتوں میں شفا اور سوم کی پتّی میں رس مجھ سے

ع۹ اصلاً من   ع۱۰ اصلاً: ایشور۔ ع۱۱ یعنی اندریوں اور شعورِ نفس کو۔

(۱۴)

شکم کی آگ بھی مجھ سے نفس کی آمد و شُد بھی
مجھی سے ہضم ہوتی ہیں غذائیں چار قسموں کی[۱۲]

(۱۵)

میں ہر اک من میں پوشیدہ ہوں، مت اور حافظہ اور ناطقہ[۱۳] مَیں ہوں
ہوں ویدوں میں بھی مَیں ہی، خالقِ ویدانت ہوں، وید آشنا میں ہوں

(۱۶)

یہ موجودات سب دو قسم کی ہیں : باقی و فانی
جو ہیں ذی رُوح باقی ہیں، حیات ان کی ہو گو آنی

(۱۷)

اور ان دونوں سے بالاتر ہے وہ اُتم پُرش، پرماتما جس نے
کیا تِرلوک میں پرورش آکر، خود ہے بالاتر تغیّر سے

(۱۸)

ورائے فانی و باقی ہوں، جگ بھرتا ہے میرا دم
ثنا ویدوں میں ہے میری، لقب میرا ہے پُرشوتم

ع۱۲۔ سوامی پربھوپادا: نگلنے، چبانے، چاٹنے اور چوسنے والی غذائیں (ص ۱۲۷)

ع۱۳ مت اصل متن کا لفظ ہے، حافظ سمرتی کا مترادف، ناطقہ، اصلاً: اپوہن کو بعض نے بھول FORGETFULNESS قرار دیا ہے (پربھوپادا، پربھاوننداشردڈ، پرماتند) بعض نے رد کرنے والا (شنکا کا) (ذ ناتنر) میں نے زائنر کے مفہوم سے قریب ناطقہ کو بہتر سمجھا جن کے ذریعے دلیل کو پرکھا یا رد کیا جاتا ہے۔ اپوہن کا بنیادی مفہوم رد کرنا ہی ہے۔

(۱۹)

مجھے بے وہم شک جو مان کر سمجھتا ہے، اے بھارت!
کہ میں ہوں ہستیِ اعلیٰ، گو پالی اس نے سب حکمت

(۲۰)

تجھے اے سادہ دل[14]! میں نے کیا وہ علم[15] ارزانی
جو دیتا ہے شعورِ راہ بھی اور کامگاری[16] بھی

ع۱۴ اصلاً: اَنگھ، معصوم۔
ع۱۵ اصلاً: گُہیا تم، پوشیدہ حکمت، راز بھی آسکتا ہے مراد گہری بات سے ہے۔
ع۱۶ اصلاً: کِرت کِرتیا۔ کارواں۔ کارگزار۔

باب (۱۶)

مَلکُوتی اور طاغُوتی کِردار

(۱-۳)

شری بھگوان نے فرمایا:

نِڈر، پاکیزہ طینت، یوگ گیان اور ضبط کا مالک
ہو عادی، دان، یجن اور دَم پہ قابو کا، وہ ہے سالک
رکھے گا وِرد ویدوں کا۔

اہمسا، سادگی، تپ، تیاگ، سچائی، سکونِ دل
دَیا سب پر، ہَوس سے پاک، حلم و عجز پر عامل
ارادے کا قوی، صاحب صلابت، درگزر والا
جری ہو، پاک ہو، بے وسوسہ اور دھرم میں پکا
نہ ریجھے جاہ و منصب پر، یہی ہیں دیوتائی گن
یہ ہیں اوصاف ملکوتی، بھرت کے نام لیوا ارجن

(۴)

گھمنڈ، ابھیمان، تیہا، بد مزاجی، جہل، بدعقلی
جو یہ لے کر ہوا پیدا، وہ ہے کردار طاغوتی

(۵)

جو رکھے دیوتائی گن ملے گی بس نجات اس کو
یہ ہیں موجود پانڈو! تم میں، خود سے بدگماں مت ہو

(۶)

ہیں لوگ اس لوک میں دو طرح کے اے جائے پرتھ کے!
خدائی اور شیطانی۔ گُن اُن کے بھی سُنو مجھ سے

(۷)

سمجھ ہوتی نہیں بدخصلتوں کو حق و باطل کی
نہ کرم اور دھرم کو جانیں، نہ سُدھ کچھ نیک اور بد کی

(۸)

اُست کہتے ہیں وہ جگ کو، اُدھرم، بے ایشور، خالی
سبب تخلیق کا جس کی ہے بس کام اور ہوسناکی

(۹)

اِنہی سوچوں میں یہ نادان اپنی آتما کھو کر
بُد اعمالی سے پل پڑتے ہیں دنیا کی تباہی پر

(۱۰)

ہَوَس کا آسرا پکڑے، یہ پُتلے ناز و نخوت کے
فقط رکھتے ہیں رغبت باطل و بے اصل باتوں سے

(۱۱)

انھیں رہتی ہیں لاحق اَن گنت چنتائیں جیتے جی
کہ جیسے کام ہی کا بھوگنا ہو مقصدِ ہستی

(۱۲)

گھرے سو بندھنوں میں حرص کے، یہ نفس کے بندے
فراہم مال و زر کرتے ہیں ناجائز طریقوں سے

(۱۳)

"یہ دولت آج میری ہے کل اتنی اور بھی ہو گی
یہ حسرت آج نکلی ہے، نکل جائے گی کل وہ بھی"

یہی بس سوچ ہے ان کی۔

(۱۴)

وہ دشمن تھا مرا اُس کو تو میں نے صاف کر ڈالا
ابھی کچھ اور باقی ہیں، میں ان سے بھی نبٹ لوں گا"
یہی انداز ہے ان کا۔

(۱۵)

تونگر ہوں میں عالی خانداں، ہمسر نہیں میرا
کروں گا یجّن بھی میں دان بھی اور عیش لوٹوں گا"

(۱۶)

گھرے سو مخمصوں میں اور مایا جال میں پھنس کر
اُتر جاتے ہیں کرتے کام پوجا، نرک کے اندر

(۱۷)

گھمنڈی، سرپھرے، دولت پہ پھولے کبر کے مارے
دِکھاوٹ کو کریں گے یجن بھی بدعی طریقوں سے[1]

(۱۸)

اُنا، بل، کام، رہٹ اور کرودھ کے بہکائے میں ہیں یوں
کہ مجھ سے بَیر ہے گو میں ہوں ان میں اور سبھی میں ہوں

(۱۹)

جو ایسے سفلہ و سرکش ہیں ان کو کاٹنی ہوں گی
سزائیں مختلف جونوں میں ارواحِ خبیثہ کی

(۲۰)

پہ لیں گے جنم پیہم اسفل و ناپاک جسموں سے
کبھی مجھ تک نہ پہنچیں گے، ڈھلیں گے اور بھی نیچے

۱۔ اَودھی پوروکم یہ مقررہ ضابطوں کے خلاف۔

(۲۱)

سُنو! ہیں کام کرودھ اور لوبھ دوارے تین دوزخ کے
اماں ہو رُوح کی منظور تو بچتے رہو اِن سے

(۲۲)

قدم رکھے گا جو بھی بچ کے ان اندھیارے غاروں سے
کرے گا جتن پھر وہ رُوح کی بھی رستگاری کے

(۲۳)

جو مَن مانی کرے گا شاستروں کے ضابطے تج کر
نہ پائے گا کبھی سُکھ اور نہ پہنچے گا وہ منزل پر

(۲۴)

ہے لازم شاستروں کے اسوہ و آئین کو مانو
اور ان کی پیروی میں نیک و بد کا فرق پہچانو

باب (۱۷)

ست، رجس، تمس

(۱)

کہا ارجن نے کرشن! ایسے بھی ہیں کچھ نیک دل بندے
کیا کرتے ہیں قربانی جو اپنے ہی طریقوں سے
ہے نیت صاف ان کی شاستروں پر گو نہیں چلتے
عبادت ایسی ست ہے یا رجس ہے یا تمس کہیے؟

(۲)

شری بھگون نے فرمایا:
ہے شردھا[1] تین قسموں پر ہے جڑ افتاد میں جن کی
ہے اک ست، اک رجس اور اک تمس سے رابطہ رکھتی
سنو اب مجھ سے حال ان کا۔

(۳)

ہے شردھا ہر بشر کی منحصر افتاد پر اس کی
وہی ہوگا عقیدہ اس کا جیسی اصلیت ہوگی

(۴)

کیا کرتے ہیں ست والے عبادت دیوتاؤں کی
رجس والے شیاطیں[2] کی، تمس والے پریتوں[3] کی

---

[1] عقیدہ [2] اصلاً: راکشس۔ [3] اصلاً: بھوت۔ پریت کے اصل معنی بھی یہی ہیں۔ مرے ہوؤں کی ارواح۔ یہاں مردہ پرستی کی مذمت آئی ہے۔

(۵)

تپسوی کچھ اَنا کے اور ہَوس کے پھیر میں آ کے
ہیں کرتے گھور تپ[۴] ایسے جو ویدوں میں نہیں لکھے

(۶)

کیا کرتے ہیں کیا کیا سختیاں یہ عقل کے بَیری
جسد اور جان پر اپنی جہاں موجود ہوں میں بھی

(۷)

غذا کی بھی ہیں قسمیں تین اِنہی سے جن کو ہے نسبت
یہی ہے یجن اور دان اور تپسّیا کی بھی کیفیت

(۸)

غذا مرغوب ہے ست کو مقوی حافظ صحت حیات افزا[۵]
رسیلی[۶]، روغنی[۷]، خوش ذائقہ، تسکین دہ، ہلکی تر و تازہ

(۹)

رجس کو بھائے کڑوا، چوکا، سوکھا، چٹپٹا کھانا
جو دے گا درد، دکھ اور روگ ہی جاں کو لگائے گا

(۱۰)

غذا باسی تباسی[۸]، بے مزہ ہو گی تمس والی
جو ہو چا ہے نجس، جھوٹی، بچی اوروں کے آگے کی[۹]

ع۴ اصول لفظ گھورم شدید، بھیانک۔ یہاں جوگیوں کی آزار کشی کی مذمت ہے جو زعم میں آ کر یا رحب ڈالنے کے لیے کی جائے۔ ع۵ آیور وردھنا ع۶ رسیاہ ع۷ سنگدھا۔ چکنی، ع۸ اصلاً: یا تایامَ، جس کی میعاد پوری ہو چکی ہو۔ پربھوپادا نے لکھا ہے جو تین گھنٹے پہلے تیار ہوئی تھی
ع۹ اصلاً: اپھشٹم۔ چھوڑا ہوا، یعنی اُگش۔

(۱۱)

یہی ہے یجن کی صورت، کیا کرتے ہیں ست والے
سمجھ کر ایک فریضہ، اُجر کا لالچ نہیں کرتے

(۱۲)

رجس نام اور بڑائی کے لیے کرتا ہے قربانی
سنو فخرِ بھرت! وہ ہے رجس کی اک ہوس کاری

(۱۳)

تمس کی یگیہ تو کچھ بھی نہ بدعت کے سوا ہوگی
جو بے منتر کے، بے پرشاد اور بے دکشنا ہوگی

(۱۴)

ہے پوجا دیوتا، دوِجا[۱۰]، گرو اور پرجنوں کی تپ
اور اس کے ساتھ اہنسا، پاکیازی، سادگی بھی تپ

(۱۵)

بدن کے ساتھ لازم ہے تپسیا ہو زباں کی بھی
بھلے بول[۱۱] اور سچے بول، بے بغض و دل آزاری

(۱۶)

تپسیا من کی ہے آسودہ خاطر، پاک باطن، بے دغل رہنا
متانت ضبطِ نفس و خود نگہداری، فقط اتنا ہی ہے آیا[۱۲]

ع۱۰ مراد برہمن، پرجن - بزرگ لوگ

ع۱۱ پریا، ستم لفظاً بھلا اور مفید مراد قولِ حسن -

ع۱۲ اصلاً: اتی - اُپچیتے - "اِتی" سنسکرت میں ختم عبارت یا کلام پر "لفظاً" "تمت" کے طور پر آتا ہے - اُپچیتے - کہا جاتا ہے، یعنی بس اتنا ہی کہا گیا ہے، غالباً ویدوں میں

(۱۷)

کرے یہ تین تپ جو اختیار اجروں سے بے پروا
تو ہے بس نام اسی کا ساتوک[۱۳] یا احسن التقویٰ

(۱۸)

اور ایسے تپ کیے جائیں جو اجر اور نام کی خاطر
رجس کی کرتے ہیں تسکین، اکارت ہوتے ہیں آخر

(۱۹)

وہ تپ ہے جہل و گمراہی حقیقت کچھ نہیں اس کی
جو دآزاری ہو جس میں یا دل آزاری ہو اوروں کی

(۲۰)

یونہی خیرات بھی گر مستحق کو وقت پر بخشو
صلے سے ہو کے بے پروا تو ست اور عینِ تقویٰ ہو

(۲۱)

مگر وہ دان جو پھل کے لیے یا بے دلی سے ہو
رجس کا فعل ہے تقوے سے کچھ نسبت نہیں اس کو

(۲۲)

اور ایسا دان جو ناوقت یا نامستحق کو منہ بنا کر دو
نہ ہو گا خیر یا خیرات کا اطلاق اس پر کہیے جہل اس کو

(۲۳)

مقدس تین بول "اوم، تت، ست" ہے کنایا ذاتِ برحق سے
جنھیں برہمن سدا سے بھجن میں اور وید پڑھنے میں ہیں دوہراتے[۱۴]

۱۳ع اصل متن کا اصطلاحی لفظ۔ ۱۴ع اس شلوک کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲۴)

انہی کا دان یجن اور تپ سے پہلے جاپ کرتے ہیں
جو حق آگاہ ہیں دم وہ انہی بولوں کا بھرتے ہیں

(۲۵)

عبادت کا سر آغاز اسی اِک حرف "تت" سے ہو
کہ بندھن سے جہانِ مادّی کے مخلصی پاؤ

(۲۶-۲۸)

ہے حرف "ست" علامت پارتھی! حق اور نیکی کی
اسی سے دان یجن اور تپ میں ہوگی خیر و برکت بھی

عبث ہیں یجن دان اور تپ اگر دل میں نہ ہو تقوی
یقینِ حق، عبادت بہرِ حق مفہوم ہے ست کا

عمل بے اعتقادی اَسَت ہے رائیگاں ہوگا
پھل اس کا جان پرتھا[۱۵]! کچھ نہ یاں ہوگا نہ واں ہوگا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ان تین لفظوں سے برہمن، یجن اور وید تخلیق ہوئے تھے (سوامی پرمانند، زانتر، پربھاونند اور اشروڈ) میں نے سوامی پربھوپادا کے مفہوم سے اتفاق کیا ہے۔ تساح سنکرت کے انتہائی اختصار اور لفظ "پرکا (متن)" سے پیدا ہوا ہے۔ اصل کے الفاظ ہیں: لہٰذا برہمن نیز وید نیز یجن نیز تقسیم دیا (تنظیم) (زمانہ) قدیم میں۔ ع[۱۵] اصلاً پارتھ، پرتھا کا (بیٹا) اور پر "پارتھی" بھی لکھا گیا کیونکہ پارتھ میں زبر کی حرکت اگر کھینچ جائے تو تانیث بن جاتی ہے۔

باب ۱۸

تیاگ اور سنیاس

(۱)

کہا ارجن نے مجھ کو اب مہا باہو! یہ سمجھائیں
کہ مطلب تیاگ اور سنیاس کا کیا ہے حقیقت میں
ہے فرق و فصل کیا دونوں میں کیشی گھش[1] ہدایت دیں

(۲)

شری بھگون نے فرمایا:
چھڑانا کاج سے ہیچھا محرک کام ہو جس کا
نظر میں اہلِ دانش کی یہ ہے سنیاس کا منشا
عمل کے پھل سے ہونا دست کش ہے تیاگ کہلاتا

(۳)

سُنا ہے کچھ تو کہتے، ہر عمل ہے تیاگ کے قابل
مگر کچھ یجن، دان اور تپ کو تجنے کے نہیں قائل

(۴)

مگر اے شیر مرد، اے فخرِ بھارت! تیاگ کے درجے
مطابق قولِ صادق کے سہ گانہ ہیں سنو مجھ سے

---

[1] اصلاً: "کیشی نِشودَن" یعنی کیشی نامی راکھشس کو ہلاک کرنے والے۔ سوامی پربھوپادا نے اس موقع پر اس لقب کی بلاغت اس طرح ظاہر کی ہے کہ ارجن کے دل میں جو وسوسہ ہے وہ بھی راکھشس سے کم نہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ شری کرشن جو صاحبِ قدرت ہیں (مہا باہو) وہ اس راکھشس کا بھی خاتمہ کریں۔

(۵)

فرائض، یجن دان اور تپ، اٹل ہیں ترک سے بالا
ادا کرنے سے جن کے تزکیہ ہے نفس کا ہوتا

(۶)

بجا لاؤ اگر یہ فرض، ہو کر پھل سے بے پروا
تو یہ حسنِ عمل ہے، قول آخر ہے یہی میرا

(۷)

فرائض جو بھی ہیں عائد، نہ چھوڑے ان کو سنیاسی
کرے گر ترک ان کو بھی تو ہے یہ جہل و گمراہی[۳۲]

(۸)

دبک جائے ادائے فرض سے جو خوف یا دُکھ سے
رجس کا بندہ ہے وہ، اجر حصے میں نہیں اس کے

(۹)

نبھائے فرض جو اپنا جزا سے ہو کے بے پروا
مری دانست میں یہ تیاگ ہے، تیاگی ہے وہ سچا[۳۳]

(۱۰)

گماں و شک سے کٹ کر ستو میں ہو جائے گم تیاگی
نہ آسائش سے رغبت ہو، نہ پروا اس کو زحمت کی

ع۳۲ بعض صوفیا تکلیفات شرعی کو عارف کامل کے لیے غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ یہ بھگوت گیتا کا اثر نہیں ہو سکتا۔ البتہ حالتِ جذب میں ان کا نبھانا ممکن نہیں رہتا، تو وہ ایک معذوری و اضطراری کی کیفیت ہو گی۔

ع۳۳ اصلاً: ستوِکم ع۱۲ ستو = خالص، کھرا، مستقل۔

(۱۱)

عمل سے جسم و جاں یکسر کنارہ کر نہیں سکتے
عمل کے پھل کو ہاں جو تیاگ دے تیاگی اسے کہیے

(۱۲)

عمل کے تین پھل ہیں، اجرِ خیر و اجرِ بد یا مشترک دونوں
ملے گا اجر سب کو وقت پر "اپنا" سنو اس کے جو تیاگی ہو

(۱۳)

ز رُوئے سانکھیا ارجن! عمل مشروط ہے جن سے
وہ ہیں بس پانچ اسباب و عوامل جان لو پہلے

(۱۴)

یہ ہیں جائے عمل[5] نفس[6] و حواس[7] و حرکت[8] و ایشر[9]
عوامل پنجگانہ ہر عمل موقوف ہے جن پر

ع۵ اصلاً: اَدِھشٹھان، پربھوپاد! جگہ PLACE زائنر: MATERNAL BASIS پرمانند، پربھاونند او اشرودڈ: جسم BODY یہ اس لفظ کی مختلف تعبیریں ہیں۔

ع۶ اصلاً: کرتا۔ پربھوپاد عامل WORKER: پرمانند و زائنر AGENT
: پربھاونند و اشرودڈ EGO

ع۷ اصلاً: کرَنْ، پربھوپاد INSTRUMENTS ع۸ اصلاً، چیشٹا، پربھوپاد ENDEAVOUR زائنر THE VAST VARIETY OF MOTIONS پرمانند: MANY FOLD FUNCTIONS پربھاونند او اشرودڈ: MANY MOTIONS OF LIFE IN 'THE BODY

ع۹ اصلاً: دیوم۔ پربھوپاد: THE SUPREME: پرمانند: THE PRESIDING DIETY
زائنر: FATE : پربھاونند او اشرودڈ THE DEVAS IN SPIRIT PRESIDING) ایشر-ایشور کی تخفیف ہے۔ حرکت اردو میں رکے فتحہ یا اس کے بغیر۔ دونوں طرح مستعمل ہے۔ اس مصرعے میں ویسا ہی اختصار ہے جیسا اصل اشلوک (یا شلوک) میں۔

(۱۵)

عمل تشکیل پاتا ہے انھی پانچوں عوامل سے
ہو جسمانی کہ ذہنی، سوچیے یا کیجے یا کہیے

(۱۶)

جو سمجھے نفس ہی اس کا عمل کی ایک علت ہے
تو وہ کج فہم ہے، دھوکے میں ہے، بہکا ہے، دُرمت[۱۰] ہے

(۱۷)

اَنا[۱۱] اور وسوسوں[۱۲] سے دل نہ ہو جس کا پراگندہ
کرے گو قتل اک عالم کو ہے نردوش وہ بندہ

(۱۸)

محرک ہیں عمل کے تین: علم و عامل و معلوم
وسیلہ اور عامل اور عمل ہے کرم سے موسوم

(۱۹)

زروئے سانکھیہ اعمال ہیں گُن بھید[۱۳] پر مبنی
تقاضے ہیں جو فطرت کے، سنو اب کیفیت ان کی

(۲۰-۲۱)

نظر آئے جسے ہر ایک شے میں ایک ہی جلوہ
اُسی اک سالم و نامنقسم نورِ حقیقت کا
تو سن لو تم یہی ہے علمِ برحق، دانشِ اعلیٰ
اُسی گیانی کو کہہ سکتے ہیں حق آگاہ اور دانا

ع۱۰ یہ اصل متن کا لفظ ہے۔ جسے میں نے تبرکاً رہنے دیا ہے۔ اردو میں "مت مارا" عام ہے اور سابقہ "دُر" بھی تراکیب میں مستعمل۔ ع۱۱ اہنکار۔ ع۱۲ اصلاً: بندھنوں، مراد وسوسوں ہی سے ہے جو بندھنوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ ع۱۳ اصل متن کا لفظ۔

نظر آئے جسے تفریق اُس نے کچھ نہیں دیکھا
جو اس وحدت کا منکر ہو، رجس کے پھیر میں ہوگا

(۲۲)

ہے باقی علم جتنا خام ہے بے علمِ حقانی
رجس کی کارفرمائی تمس کی جہل سامانی

(۲۳)

عمل احسن وہ ہے غایت ادائے فرض ہو جس کی
لگاؤ ہو نہ لاگ اس میں اُپھل[۱۴] ہو تیاگ پر مبنی

(۲۴)

عمل ناقص ہے وہ منشا ہو جلبِ منفعت جس کا
ہو جو بھی تاپ تپ اس میں، رجس کا وَلوَلہ ہوگا

(۲۵)

رہے اعمال وہ جو بے دھڑک سرزد ہوں عامل سے
شعور و فہم سے عاری، اُنھیں فعلِ تمس کہیے

(۲۶)

اَنا سے اور الجھیڑوں سے ہو آزاد جو عامل
جو تیاگے کرم کے پھل کو اُسی کا کرم ہے کامل

(۲۷)

جزا کی فکر ہو جس کو، عمل کے پھل کا رسیا ہو
ہَوس میں اور حسد میں مبتلا، ناصاف رہتا ہو
جو جوش و جذب سے ہر رنج و راحت کو مناتا ہو
اَنا ہو گی سوار اس پر، وہی بندہ رجس کا ہو

ع[۱۴] یہ بھی اصل متن کا لفظ ہے۔

(۲۸)

جو چھوڑے دھرم کرم اپنا، مزے اور کام کے پیچھے
جو اکھڑ، پُر دغل ہو، دوسروں کی لاج سے کھیلے
غصیلا اور نکما، سُست، ٹالم ٹول کا عادی
جو ایسا ہو تو ظاہر ہے تمس سے ہے سرشت اُس کی

(۲۹)

دھننجے[15]! اب سُنو تینوں گنوں کا بھید تم مجھ سے
اثر میں آدمی کا ذہن اور اطوار ہیں جن کے

(۳۰)

سُنو پارتھ! جو جانے کیا ہے کرنا کیا نہیں کرنا
جو سمجھے کس سے ڈرنا چاہیے کس سے نہیں ڈرنا
جو واقف ہو کہ ہے خطرہ کدھر اور خیر کس جانب
ہے ایسی فہم راہِ خیر میں، لاخیر پر غالب

(۳۱)

ہے کیا دھرم اور ادھرم، انساں پہ گر روشن نہ ہو یہ فرق
اوامر اور نواہی سے ہو رُو گرداں، انا میں غرق
تو اُس کی فہم ناقص اور اس کا زعم بے جا ہے
کچھ اس میں شک نہیں پارتھ[16] کہ وہ بندہ رجس کا ہے

(۳۲)

اُدھرمی دھرم کو سمجھیں، اُدھرم ان کی نظر میں دھرم
مسلط ہے تمس ایسوں پہ کرم ان کے تمس کے کرم

---

[15] ارجن کا لقب، دیکھیں باب ۹ اشلوک ۳ پر حاشیہ۔
[16] پارتھ کی پراکرتی شکل دیکھیں باب ۹ اشلوک ۳ پر حاشیہ

(۳۳)

ہے راسخ عزم اگر کاہل حواس اور دل پہ قدرت ہو
وہ مبنی ستو پر ہے، یوگ سے اور اس کو قوت ہو

(۳۴)

ارادہ، رُخ ہو جس کا اجر، کام اور ارتھ کی جانب
طمع رکھتا ہو پھل کی تو رجس ہے عزم پر غالب

(۳۵)

ارادہ خام، ڈھلمل ڈوبا خالی کھوکھلی سپنوں میں
نصیب اس کا ہے ناکامی تمس کا گُن اسے سمجھیں

(۳۶-۳۷)

اور اب اے فخر بھارت! تین عالم سُکھ کے بھی سُن لے
اک ایسا سُکھ بھی ہے، دُکھ سے جو یکسر مخلصی دیدے
ہے یہ اک تلخ گھونٹ ایسا جو آخر شہد بن جائے
شعور ذات کی ملتی ہے بہجت ستو کے بل سے

(۳۸)

حواسوں سے جو سُکھ پہنچے، رجس کی دین اسے کہیے
بظاہر شہد ہو، آخر کو لیکن زہر ہی نکلے

(۳۹)

وہ سُکھ ہو جس میں غفلت، کاہلی اور خود فراموشی
وہ کیا ہے صرف گمراہی، تمس کی کارفرمائی

(۴۰)

نہیں کوئی بشر دنیا میں یا دیوآسمانوں میں
جسے ان تین گُن بھیدوں سے مطلق ماورا سمجھیں

(۴۱)

ملی ہے برہمن و کھتری و ویش و شُودر کو خدمت
بقدرِ گن ودیعت جو ہے ان میں از روئے فطرت

(۴۲)

تحمل، بُردباری، تپ، صفائی، صبر اُلم، کوشش
دیانت، گیان، دین داری ہیں پہچانیں برہمن کی

(۴۳)

تہوّر، بل، عزیمت اور فراست گُن ہیں کھتری کے
وغا میں استقامت، رہبری بخشش کھلے دل سے

(۴۴)

زراعت اور گئو رکھشا، بنج بیوپار جیسے کام
مطابق ویش کی فطرت کے ہیں، دے گا وہ سرانجام

(۴۵)

سب اپنے کام خوبی اور خوشی سے جب بجا لائیں
تو ہوں کامل۔ بتاؤں اب کہ کیا ہیں اس کی تدبیریں

(۴۶)

ہے محنت اک عبادت مبدءِ فیّاضِ برحق کی
جو جلوہ گر ہے ہر جا اور بنا سکتا ہے کامل بھی

(۴۷)

رکھیں سب کام اپنے کام سے ناقص بھی ہو چاہے
پرائے کام میں بہتر ہے پھر بھی دخلِ بے جا سے

(۴۸)

عمل میں نقص ممکن ہے۔ دھواں ہو آگ میں جیسے
مگر کام اپنی فطرت کے مطابق سب کریں دل سے

(۴۹)

چھُٹے جب بندھنوں سے آدمی سنیاس اپنا کر
تو وہ ہو جائے گا کامل عمل سے مخلصی پا کر

(۵۰)

بشر کب بن کے کامل ہوگا واصل رُوحِ اعلیٰ[۱۷] سے
طریقے مجملاً مجھ سے سُنو اب کُونتے! اِس کے

(۵۱-۵۳)

وہ عرفاں سے مصفیٰ[۱۸] ہو کے، پا کر نفس پر قابُو
لذائذ کو لب و گوش و نظر کے تیاگ کر، یکسُو
رہے خلوت نشیں و فاقہ کش اور دھیان میں ڈُوبا
لگاؤ اور لاگ سے یکسر ہو نا آلُودہ دل اُس کا
اَنا، زعمِ قویٰ، غیظ و غضب، حرص و ہوا تج دے
مَن اُس کا شانت ہو جائے تو مل جائے گا برہمن سے

(۵۴)

وہ مِل کر رُوحِ اعلیٰ سے، سبھی کو ایک سا سمجھے
خلش کوئی نہ خواہش، میرا سچّا بھکت بن جائے

(۵۵)

وہ میرا بھکت بن جائے تو میرے بھید کو پا لے
مجھے پہچان لے کیا ہوں تو مجھ میں ہی سما جائے

(۵۶)

رہے مشغول وہ میری اماں میں مطمئن ہو کر
کُھلے گا فضل سے میرے درِ دارُ الابد اُس پر

۱۷؎ برہمن۔ ۱۸؎ سنسکرت کی خوبصورت ترکیب: "بُدھیا وِشُدّھیا" = عرفان سے مصفیٰ ہو کر۔

(۵۷)

بنا لے مجھ کو قبلہ اپنی رُوحانی ریاضت[19] کا
مری خاطر کرے ہر کام، رکھے آسرا میرا

۵۸

رہو میرے تو میرے فضل سے ہر مرحلہ سَر ہو
رہے گر زعم میں اپنے تو مِٹ جاؤ گے تم سُن لو

(۵۹)

ہے گر لڑنے سے انکاری تو یہ ایک بُھول ہے تیری
تجھے تو راہ پر خود تیری فطرت کھینچ لائے گی

(۶۰)

کرے انکار تُو لیکن، تری فطرت نہ مانے گی
کہ یہ تو آپ ہی ڈھالی ہوئی ہے تیرے کرموں کی

(۶۱)

چُھپا ہے ایشور ارجن! ہر ایک ذِی رُوح کے اندر
رکھا کرتا ہے گردش میں انھیں مایا کے جنتر[20] پر

(۶۲)

شرن[21] میں اس کی رہ ہر بھاؤ[22] سے بھارت! یہ افضل ہے
کہ پائے شانتی، مکتی جو اُس کے فضل کا پھل ہے

(۶۳)

یہ تھا وہ سِرّ الاسرار آج جو میں نے تجھے بخشا
دھیان اس پر دھر ارجن! جو سُنا، پھر کر جو ہے کرنا

---

[19] اصلاً ''بدھی یوگ'' جو جسمانی ریاضت سے الگ ہے۔ [20] اصل متن کا لفظ۔
[21] شرن، بھاو، شانتی اصل متن کے الفاظ ہیں۔ [22] ''سروَ بھاونیا'' = ہر طور سے۔

(۶۴)

ذرا پھر کان دھر اس قولِ آخر پہ جو کہنا ہے
فقط تجھ سے کہ میرا دوست ہے، میرا چہیتا[۲۳] ہے

(۶۵)

ہو میرا بھگت، پُوجا کر مری، رکھ دھیان بس میرا
ہے منظورِ نظر[۲۴] میرا تُو بیشک[۲۵] مجھکو پائے گا

(۶۶)

بس اب تُو تج کے ہر[۲۶] مسلک پکڑ لے آسرا میرا
میں تجھ کو ہر خطا پر رُوسیہ سے موکش[۲۷] کر دوں گا

(۶۷)

یہ راز[۲۸] ارجن! نہ ہرگز گوشِ بیگانہ تلک پہنچے
نہ جس کو واسطہ ہو تاپ بھکتی اور فرائض سے

(۶۸)

مگر یہ راز جو بھکتوں پہ میرے جی سے کھولے گا
وہ میرا خاص بھکت آخر کو میرے پاس پہنچے گا

ع۲۳ اصلاً: اشٹو اسی مے۔ میں تجھ کو چاہتا ہوں
ع۲۴ "پریو اسی مے"، تو مجھے پیارا ہے۔ ع۲۵ اصلاً: میں وعدہ کرتا ہوں۔ ع۲۶ "سرو دھرمان پریتجے" سب دھرموں کو چھوڑ کے۔ ع۲۷ اصل متن کا لفظ۔ ع۲۸ مراد یہ ہے کہ ان آیات و اقوال کا تقدس پامال نہ ہو۔ اسرار کا اشارہ غالباً ان حقائق و رموز کی طرف بھی ہے جو شری کرشن نے ارجن کے سینے پر القا یا چشم باطن پر ظاہر کیے، جن کا کچھ ذکر باب میں آیا ہے، اور وہاں بھی راز رکھنے کی تلقین تھی۔ ورنہ گیتا سب کی ہدایت اور مطالعے کے لیے ہے:

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا (بقیہ حاشیہ لگلے صفحہ پر)

(۶۹)

نہ ہو گا اس سے بڑھ کر کوئی منظورِ نظر میرا
نہ ہوگی ایسی شفقت دوسرے پر اب نہ آئندہ

(۷۰)

ہماری اِس مقدّس گفتگو سے جو ہدایت لے
کروں گا میں قبول اس کے عمل کو مثل پُوجا کے

(۷۱)

خشوعِ قلب سے جو اس کو سُن لے اور سچ مانے
ہو وہ بھی مُکت پاپوں سے اور اوجِ قدس پر پہنچے

(۷۲)

سُنا پارتھ! توجہ سے وہ تم نے جو کہا میں نے؟
مٹے، بولو دھننجے! وسوسے تھے جو جہالت کے

(۷۳)

کہا ارجُن نے اَچیُت مِٹ گیا سب وہم و شک دل کا
بجا لاؤں گا اب میں آپ نے جو حکم فرمایا

(۷۴)

کہا سنجے نے (دسرت سے)
یہ تھی وہ گفتگو جو گوشِ حیرت سے سُنی میں نے
میان واسُدیو اور پارتھ! ابطال عظیم ایسے!
کھڑے ہیں رونگھٹے میرے۔

حاشیہ صفحہ گزشتہ

البتہ کچھ رموز ایسے بھی ہوں گے جو صرف اہل بصیرت پا سکتے ہیں۔ صحائف میں کچھ سرّی مفاہیم بھی باور کیے جاتے ہیں۔ مہاتما گاندھی اسے رمزیہ حکایت (الیگری) خیال کرتے تھے۔ جہاں ارجن ضمیر انسانی کی علامت ہے جسے بدی کا مقابلہ درپیش ہے۔

GANDHI HIS LIFE AND MESSAGE BY LOUIS

(۷۵)

تصرّف ویاس کا کہیے
جو سُن پایا ہیں ان کانوں سے وہ اسرارِ عرفانی
کیے جو اپنے مُنہ سے کرشن نے ارجن کو ارزانی

(۷۶)

مجھے رہ رہ کے یاد آتی ہیں راجن! وہ عجب باتیں
میانِ کرشن و ارجن، میں مگن ہوں ان کی لذّت میں

(۷۷)

سراپا ان کا بھی مہراج! ہے نظروں میں پھر جاتا
میں رہ رہ کر مزا ہر کرشن کے درشن کا ہوں پاتا

(۷۸)

جہاں ہو کرشن سی ہستی
جہاں یوگیشور[۲۹] خود اور دھنُر دھاری[۳۰] ہو ارجن سا
وہاں دھن بھی ہو، بل بھی اور وِجے بھی، گیان[۳۱] بھی ہوگا
یہ کہتی ہے سمجھ میری۔

(تمام شد شریمد بھگود گیتا، باب اوّل تا ہژدہم)
اوم شانتی شانتی

ع۳۰ قادر انداز۔ ع۳۱ اصلاً نیتی۔ اس کا ترجمہ پربھو باد نے اخلاق کیا ہے جو تصرف ہے۔ زائرز نے SOUND POLICY پر مانند نے POLICY جو صحیح ہے۔ حکمت علی، فراست۔